ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳ فروری ۱۹۵۶
مرکز مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

پچھلی رات کی دُعا

از حکیم حافظ محمد یوسف رشید چغتائی ایڈیٹر ماہنامہ الشفا گھروٹہ پکا

بخاری و مسلم نے حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالےٰ ہر پچھلی شب کو جب تہائی حصہ رات رہ جاتی ہے آسمانِ دنیا پر نزول فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے اپنی ضروریات کا سوال کرے اور میں اُس کا سوال پورا کروں اور کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت کا سوال کرے اور خواہاں ہو اور میں اسے بخش دوں۔ جن لوگوں کو روحانی لذات سے مس اور حقیقتِ شریعت سے واقفیت نہیں ہے وہ اللہ تعالےٰ کے آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرمانے کو بعید از عقل سمجھتے اور حدیث قدسی کا مضحکہ اڑاتے ہیں مگر لذت آشنائے حقیقت کے سامنے جب یہ حدیث قدسی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو وہ مضطرب ہو کر آنسو بہاتے اور اس میں ایسے عظیم المنفعت اسرار و حقائق کو مضمر پاتے ہیں۔ جن کے بغیر کوئی انسان فلاح و ترقی کے معراج پر نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث مذکور کے مختصر الفاظ میں روحانیت کا ایک دریا موجزن ہے۔ مگر اس کی جانفزا سیرابی صرف انہیں لوگوں کے حصہ میں آتی ہے۔ جن کے قلوب میں روحانیت کا بیج نشوونما پا رہا ہے۔

قدر این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

پچھلی شب کا وقت کیسا سہانا پیارا اور بابرکت وقت ہوتا ہے۔ ہر طرف خاموشی اور سنسانی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ موسم نہایت خوشگوار اور معتدل ہوتا ہے۔ دماغ مکروہاتِ زمانہ سے ایک حد تک فارغ ہوتا ہے خیالات بآسانی مجتمع ہو جاتے ہیں۔ رُوحِ انسانی اپنے خالق کی طرف پرواز کرتی ہے۔ اور اس سے اس قدر قریب آجاتی ہے۔ کہ بہت تھوڑا فاصلہ رہ جاتا ہے اور پھر روح میں ایک نطق پیدا ہوتا ہے۔ اور بولنے لگتی ہے کہ معبودِ برحق آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرما چکا ہے اور ہر دعا کے قبول کرنے پر رضامند ہے۔ وحدت کا ایک فوارہ خود بخود دل سے اُبلتا ہے اور وحدت کے نور سے منور ہو کر پھر دل ہی آپڑتا ہے۔ اس نور کی حرارت سے فوارہ کے صعود میں ایک غیر معمولی تیزی آجاتی ہے اور یہ تیزی بڑھتے بڑھتے آخر وحدت میں شیر و شکر ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو روحانیت سے کچھ بھی مس ہے۔ وہ ان مدارجِ عبودیت کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ شب کے پچھلے حصہ کی قدر کچھ کچھ وہی طلباً جانتے ہیں جو اخیر شب کو اُٹھ کر مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اس کے مطالعہ کی برکت سے وہ علمی نکات و غوامض حل کر لیتے ہیں۔ جو کسی دوسرے وقت میں اُن سے حل نہیں ہو سکتے۔ پس جو نفوسِ قدسیہ اس پر انوار وقت میں فطرتِ کتاب ہم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کیا وہ خدا تعالےٰ کے آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرمانے کو مستبعد سمجھ سکتے ہیں ہمارے ہادیٔ برحق نے جن سادہ الفاظ میں روحانی مدارج کی اعلیٰ درجہ کی باریکیاں حل کی ہیں ان کی کنہ کو وہی شخص جان سکتا ہے جو لذتِ روحانیت سے آشنا ہو اور سمجھ سکتا ہو کہ نزولِ اجلال سے کیا غرض ہے اور دعا کا قبول کرنا کسے کہتے ہیں!

علمِ تصوّف

صاحبزادہ ابو الفیض محمد امیر خسرو اشعری چشتی مانسہرہ۔ ہزارہ

جاننا چاہیئے۔ کہ دین کا کمال بغیر علمِ تصوّف کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور علم تصوف کے ساتھ علم فقہ و علم عقائد کا ہونا ازبس ضروری ہے یعنی کمالِ تصوّف بغیر فقہ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ احکامِ الٰہی کی شناخت بغیر فقہ کے محال ہے۔ اور فقہ بغیر تصوف کے ناقص ہے۔ تصوف اور فقہ کا تعلق جسم اور روح کی طرح ہے اسی لئے حضرت علامہ شیخ زروقی رحمۃ اللہ علیہ نے قواعد الطریقت میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینھما فقد تحقق (قطب الارشاد) ترجمہ تصوف بغیر فقہ کے حاصل کرنے والا زندیق ہے اور فقہ بغیر تصوف کے حاصل کرنے والا فاسق ہے۔ اور جس نے فقہ و تصوف دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہے پس آدابِ طریقت سب کے سب قرآن و سنت اور فقہ سے حاصل کئے گئے ہیں علم عمل سے مقدم ہے۔ اور کمال علم کا عمل کے ساتھ ہے بے شمار جاہل صوفی لوگوں کو طریقت کی دعوت تو دیتے ہیں۔ لیکن وہ خود طریقت کو نہیں جانتے حالانکہ الشریعۃ ھی الطریقۃ (ترجمہ) شریعت ہی طریقت ہے۔ (قطب الارشاد صفحہ) اور تعلیم و تعلم سے انکار کرتے ہیں حتےٰ کہ اپنے احباب کو بھی علم دین پڑھنے یا سننے سے منع کرتے ہیں۔ علمائے کرام اور علم کے دشمن ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ہمارا یہ طریقہ غلط ہے اور اس سے ہمارے ایمان کو ضرر ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُمی تھے العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمی ہونا تو اُن کے لئے خاص معجزہ تھا اور غیر کے لئے اُمی رہنا نقص ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ وحی تھے۔ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء ایسی کلام لانے سے عاجز رہ گئے تھے۔ حضور صلعم نے صحابہ کرام کو پڑھایا اور سنایا۔ بسا اوقات بعض جاہل کسی پیر سے تلقینِ ذکر کر لیتے ہیں۔ اور کچھ مدت تک مشغول رہتے ہیں اُس ذکر کی صفائی سے اگر کچھ صفائی ہو جائے تو یہ جاہل دھوکہ اور غرور میں پڑ جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ذکر کے لئے آفات ہیں۔ مثلاً غرور۔ تکبر۔ فخر وغیرہ اگر پیر ان آفات سے بے خبر ہو اور وہ جاہل مرید اس کی حمایت میں ہو۔ اور اُس کی صحبت کو ترک نہ کرے تو پھر ان آفات سے بچ سکتا ہے اور اگر وہ جاہل اپنے پیر سے جُدا ہو۔ اور اس کی حمایت میں نہ ہو تو پھر اس کو شیطان گمراہ کر کے ضلالت کے گڑھے میں ڈال دیتا ہے۔ پھر ایسا آدمی عارف نہیں ہوتا۔ اور معرفت کو نہیں پہنچتا۔ اس جاہل کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک انسان خدا و رسول کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور علم کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ علمائے کرام سے مسائلِ دین کی دریافت نہیں کرتا۔ اور اپنی خواہشات کے مطابق جو چاہے عمل کرتا ہے یہ اُس شخص کی مانند ہے جو کہ ایک شہر میں رہتا ہو اور کسی شخص سے محبت کرتا ہو اور وہ شخص کسی دوسرے شہر میں رہتا ہو اب طالب لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ میری فلاں شخص سے سخت محبت ہے پھر اس کے محبوب نے اس کی طرف ایک خط روانہ کیا۔ جس میں ملاقات کرنے کے لئے پورا ایڈریس و طریقہ درج ہے۔ اب محبوب کے اس خط کو طالب نہیں پڑھتا۔ اور مطالعہ نہیں کرتا۔ اُسی طرح بند کیا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔

سب لوگ ایسے شخص کو جھوٹا اور احمق کہیں گے اسی طرح سے خدائے کریم اور اس کے رسولِ کریمؐ کی جانب سے قرآن و احادیث اور علومِ دینیہ ایک چٹھی ہے جو ہمیں وصول الی اللہ والی الرسولؐ کے طریق ہیں پس جو کوئی محبت الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ قرآن و احادیث و علوم دینیہ کی طلب میں اجتہاد کرے گا۔ ورنہ وہ جھوٹا ہو گا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، فاعرف ذلک وباللہ التوفیق۔

(باقی آئندہ بعنوان کمالِ انسانی)

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اقبال

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد (۱۱) جمعہ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۵۶ء نمبر ۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثانوی درجہ تعلیم کا نصاب

جولائی ۱۹۵۵ء میں بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن نے دو ماہرین پر مشتمل جو کمیٹی ثانوی تعلیم میں اصلاح کے سلسلہ میں مقرر کی تھی اس کی سفارشات شائع کر دی گئی ہیں اس چیز کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آئندہ دینی تعلیم کو لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی ہے۔ لیکن اس پر تعجب بھی ہوا کہ دینی تعلیم کو غیر امتحانی مضمون قرار دیا ہے۔ جس طرح جسمانی تربیت لازمی تو ہر شخص کے لئے رکھی گئی ہے۔ لیکن یہ امتحان سے مستثنیٰ ہو گی۔ جسمانی تربیت کے بارے میں امتحان کا نہ ہونا تو تعجب خیز نہیں لیکن دینی تعلیم کا امتحان ہونا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ امتحان کے بغیر معیار کا تعین دشوار ہے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اولاً تو دینی تعلیم کا دوسرے مضامین کی طرح باقاعدہ امتحان ہو اور دوسرے یہ بھی قرار پائے کہ امتحان میں کامیابی کے لئے دینیات میں پاس ہونا لازمی ہو اگر فقط اس امتحان میں فیل ہو جائے اور باقی میں پاس ہو تو وہ کامیاب متصور نہ ہو اور ایسے طالبعلم کو اگلے درجہ میں ترقی نہ دی جائے۔

ہمارے خیال میں جب تک دینی تعلیم کو ان شرائط کے ساتھ رائج نہیں کیا جاتا اسے محض لازمی قرار دے دینا دین سے استہزا سے کم نہیں ہے۔ جب تک متعلم کو کسی مضمون میں کامیابی کی ضرورت اور ناکامی کے نقصان ہی کا خطرہ نہ ہو تو اس سے کیسے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اسے خاطر خواہ طور پر پڑھے گا۔ کیا دینی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے یہ معنی ہیں کہ روزانہ اسے چند چیزیں پڑھا دیں جائیں اور سال گزرنے پر اس سے بالکل محاسبہ نہ کیا جائے۔ تو ایسے مضمون کو موجودہ دور کے طالب علم کب خاطر میں لائیں گے۔

پاکستان کے قیام کے بعد چاہیئے تو نہیں تھا کہ مذہبی تعلیم کے اجرا کے لئے مطالبے کئے جاتے لیکن افسوس کی بات ہے کہ خداوندان حکومت نے باوجود انتہائی پرزور مطالبوں کے اس اولین ضرورت کی طرف توجہ نہیں کی۔ اب اگر کچھ کوششیں کی جا رہی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محض اشک شوئی کے طور پر ورنہ ایسے ناقص طریقے سے تعلیم دینا یا نہ دینا ایک برابر ہیں۔

اس امر کا بھی احساس ہو جانا چاہیئے کہ پاکستان کے آئندہ دستور کے نفاذ کے بعد اس ملک میں کتاب و سنت کے خلاف قوانین سازی نہیں ہو سکے گی۔ مستقبل کے شہریوں کے لئے ابھی سے ضرورت ہے کہ انہیں بتا دیا جائے کہ کتاب و سنت کس بات کی مقتضی ہیں۔ اوامر و نواہی کیا ہیں۔ اور کس طرح اپنی زندگیوں کو قرآن و اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کیا جا سکتا ہے۔

اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیم زندگی کے کسی شعبہ میں بھی تعلیم حاصل کرنے کی ممانعت نہیں کرتی بلکہ ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لئے مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم درجہ کمال تک حاصل کرنی ضروری ہے۔ تاکہ وہ کاروبار نظام عالم میں دوسروں کا دست نگر نہ ہو۔ اس کے وسائل ترقی غیر مسلموں کے مرہون منت نہ ہوں۔ بلکہ اس کی دینی حمیت اور مذہبی غیرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ غیر اس کے زیر سایہ رہیں اور خدا کے باغیوں پر اس کا پورا تسلط ہو۔ اور یہ تو غیر مسلم حکمرانوں کی اسلام دشمن کوششیں تھیں کہ انہوں نے دینی اور دنیاوی تعلیم کو ایک دوسرے کے متوازی کر دیا ورنہ دنیاوی تعلیم سے قطع تعلق کر لینا بھی غیر اسلامی فعل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دینی تعلیم ہر حالت میں سب کے لئے یکساں ہو ہر طالب علم کو اپنی ذہنی صلاحیتوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ڈاکٹر بنے یا انجینئر یا کسی دوسرے پیشہ میں مہارت حاصل کرے لیکن اسلام کے نظریات متعلقہ خالق و مخلوق سے ضرور بہرہ ور ہو تب ہی وہ کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔

امید ہے ہماری معروضات کو ارکان بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن پیش نظر رکھیں گے۔ اور باشندگان پاکستان کو صحیح معنوں میں مفید تعلیم سے مزین کرنے کی کوشش کریگا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

معذرت

ہمارے پرانے کاتب نے ہمیں اپنا قائم مقام تلاش کرنے کی مہلت دیئے بغیر دوسری جگہ ملازمت اختیار کر لی جس کی وجہ سے ہمیں وقت کی قلت کو مدنظر رکھتے ہوئے کئی ایک کاتبوں سے مضامین کے مسودے لکھوانے پڑے۔ اس لئے اس دفعہ پرچہ اپنی پرانی آب وتاب برقرار رکھنے سے معذور رہا جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آئندہ شمارہ تک نئے مستقل کاتب کی تقرری ہو جائے گی اور پرچہ اپنی سابقہ شان کے ساتھ پھر قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہو سکے گا۔

مینیجر

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

(از جناب ماسٹر اللہ دتا صاحب نائب مدرس کرتو پنڈ دہری ضلع شیخوپورہ)

(۳)

قرآن کی کرنیں مغرب پر

اسلامی قانون قابل تعریف اصولوں پر مشتمل ہے اور زیادہ قابل تعریف یہ امر ہے کہ اسے ان اصولوں کی تعلیم و انجام دہی میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ جن میں فضائل و اعمال کی اس میں ہدایت کی گئی ہے۔ وہ ایسے برگزیدہ اور شائستہ ہیں کہ کسی مشہور مسیح فیلسوف کی ہدایتیں بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اسلام میں تعداد ازدواج کی اجازت قوم کی نسل کو ناقابل تلافی نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک بے نظیر ہے جس کی ہمتیں تہ دل سے قدر کرنی چاہئے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے۔ کہ اگر بوقت ضرورت اس کی پیروی کی جائے تو اس سے سلسلۂ توالد و تناسل میں خلل انداز ہونے والے امراض پیدا نہیں ہونے پاتے۔ آپ ایشیا میں عمر رسیدہ دوشیزہ لڑکیاں بہت کم پائیں گے۔ — جو زیادہ عمر تک شادی نہ ہونے کے سبب ہسٹیریا کی تکلیف دہ بیماری میں مبتلا ہوں۔ منشیات مسکرات کو حرام قرار دینا اسلام کا اتنا بڑا احسان ہے۔ کہ جس بارگراں سے انسان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اور ہم مدعیانِ تہذیب و تمدن یعنی اقوام یورپ کو اس بارہ میں مسلمانوں پر حسد کرنا لازم ہے۔ حیاتِ مستعار کو ایک بے حقیقت سے شے سمجھنا اور جان کی مطلق پروا نہ کرنا۔ جس کے ساتھ ایک قادر مطلق ہستی کا پختہ اعتقاد بھی شامل ہے۔ یہ مسلمانوں کی ایک خصوصیت ہے

مسٹر وڈول جس نے قرآن شریف کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ لکھتا ہے

ہم جتنا بھی اس کتاب (قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے۔ لیکن فوراً ہمیں مسخر کر لیتی۔ متحیر بنا دیتی اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے۔ اس کا طرز بیان باعتبار اس کے مضامین و اغراض کے عفیف عالیشان اور تہدید آمیز ہے۔ اور جا بجا اس مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پر زور اثر دکھاتی رہے گی۔

—— کونٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب الاسلام میں جو کونٹ موصوف نے فرنچ میں لکھی تھی۔ جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا تھا۔ کہتے ہیں :-

"قرآن کی وحی کا مسئلہ اور بھی زیادہ مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ کیونکہ ارباب بحث اس کو مفصل طور پر حل نہیں کر سکے۔ عقل حیران ہے۔ کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا۔ جو بالکل اُمی تھا۔ تمام مشرق نے اقرار کیا ہے۔ کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوعِ انسان لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔"

یہ وہی کلام ہے۔ جس کی بلند انشا پردازی نے عمرؓ بن خطاب کو مطمئن کر دیا۔ ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا یہ وہی کلام ہے۔ جب یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے چند جملے جعفر بن ابی طالب نے نجاشی بادشاہ کے سامنے پڑھے۔ تو اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ اور بشپ چلا اٹھا۔ کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے۔ جس سے عیسیٰ کا کلام نکلا تھا"

نماز اور ریورینڈ لیبان

مَیں نے کئی مرتبہ مسیحی و اسرائیلی نماز اور اسلامی نماز کا موازنہ کیا ہے۔ ہر مرتبہ یہی ثابت ہوا کہ آخر الذکر طرزِ عبادت افضل ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اسلامی نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں خدا کی حمد و ثنا اور تقدیس و تمجید ہے۔ نیز دُعا اور عاجزانہ التجا ہے۔ اور اس میں انکساری و فروتنی کا عجیب مظاہرہ ہے۔ مَیں التزاماً یوم جمعہ کو اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی جماعت کی شان دیکھنے جاتا تھا۔ میں نے جب خطیب کے پر جوش خطبہ صفوف کی ترتیب اور رکوع و سجود کے اہتمام پر غور کیا۔ تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا جو ناقابل بیان ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے۔ اور اس کی عبادت کا پر کیف نظارہ میری روح قبض کر رہا ہے۔

(معزز فلاسفر لوبون لیبان دی لیکچرار آف ریلیجن)

پولیٹیکل گتھی

میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے بہت اولو العزم لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔ انہوں نے قبائل عرب سے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر کے بہت بڑی پولیٹیکل گتھی کو سلجھایا اور میں ان کی کما حقہ تعظیم و تکریم کرتا ہوں (ڈ... گیلن)

میں مذہب اسلام سے محبت رکھتا ہوں اور اسلامی پیغمبر کو بڑے بڑے مہاپرشوں میں سمجھتا ہوں۔ آپ کی سوشل اور پولیٹیکل تعلیم کا مداح ہوں اور اسلام کا بہترین رنگ وہ جو کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تھا۔

حضورؐ کی صداقتِ رسالت کا ثبوت غیروں کی تحریروں سے

اگر سچے رسُول میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ کہ وہ ایثارِ نفس اور اخلاص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اور اپنے نصب العین میں یہاں تک محو ہو۔ کہ طرح طرح کی سختیاں جھیلے۔ انواع و اقسام کی صعوبتیں برداشت کرے۔ لیکن اپنے مقصد کی تکمیل سے باز نہ آئے۔ ابنائے جنس کی غلطیوں کو فوراً معلوم کرے۔ اور ان کی صلاح کے لئے اعلیٰ درجہ کی دانشمندانہ تدابیر سوچے اور ان کی تدابیر کو قوت سے فعل میں لائے۔ تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کے اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ حضرت محمدؐ خدا کے سچے نبی تھے۔ اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی۔

(ڈاکٹر سچے۔ ڈبلیو لیٹنر)

—— حقیقی اور سچے ارادوں کے بغیر یقیناً کوئی اور چیز محمدؐ کو ایسے لگاتار استقلال کے ساتھ جس کا آپؐ سے ظہور ہوا آگے نہیں بڑھا سکتی۔ ایسا استقلال جس میں پہلی وحی کے نزول کے وقت سے لیکر آخر دم تک نہ کبھی آپ مذبذب ہوئے اور نہ کبھی آپ کے قدم سچائی کے اظہار سے ڈگمگائے

(پروفیسر نرمین)

—— حضرت محمدؐ فقط ایک صاحب علم ہی نہ تھے۔ بلکہ صاحب عمل بھی تھے۔ انہوں نے اپنی اُمت کو عمل کی تاکید کی۔ چنانچہ جیسی انسانیت و مروت مسلمانوں میں ہے۔ شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہو۔ (رومن صاحب)

رسولِ عربی

از حضرت کوثر قریشی مدیر پروانہ میرٹھ

سوچیے حلقہ بگوشانِ رسولِ عربی
کیوں فسردہ ہے گلستانِ رسولِ عربی
کیسے رہ سکتا ہے قائم کسی عالم کا نظام
جب بدل جائیں غلامانِ رسولِ عربی

کیا قیامت ہے کہ ہم حرص و ہوا کے بندے
بھولتے جاتے ہیں احسانِ رسولِ عربی

نیند کیوں آ گئی توحید کے پروانوں کو
کوئی چونکائے تو کعبہ کے نگہبانوں کو
ولولے سرد جنوں پست ارادے کمزور
اُف یہ کیا ہو گیا اللہ مسلمانوں کو

مٹتے جاتے ہیں دماغوں سے نقوشِ ہستی
چھوٹتا جاتا ہے دامانِ رسولِ عربی

آہ میں جذب نگاہوں میں اثر کچھ بھی نہیں
پاس ہے دولتِ کونین خبر کچھ بھی نہیں
اب بھی دنیا ہمیں کہتی ہے امامِ اقوام
ایک ہم ہیں کہ سبھی کچھ ہیں مگر کچھ بھی نہیں

بزدلی اور مسلمان یہ ناممکن ہے!
ہم نہیں لائقِ احسانِ رسولِ عربی!

ڈوب کر سیلِ حوادث میں اُبھرنے والے
کبھی مرتے نہیں حق بات پہ مرنے والے
زندگی موت ہے تکمیلِ شہادت کے بغیر

ان سے کہتا ہوں جو ہیں موت سے ڈرنے والے
زندہ قوموں کی طرح تم کو اگر جینا ہے
تھام لو گوشۂ دامانِ رسولِ عربی

رازِ سربستہ کو ہونٹوں کے قریں لاتا ہوں
عالمِ جذب میں اک بات کہے جاتا ہوں
ان کے نزدیک یہ طوفانِ حوادث کیا ہے
سبز گنبد کے دریچوں کی قسم کھاتا ہوں

توڑ دیتے ہیں وہ آئینِ قیودِ ہستی
جن کو ہو جاتا ہے عرفانِ رسولِ عربی

عشق اک آہ بھی ہے شعلۂ بیدار بھی ہے
عشق نغمہ ہی نہیں تیغ کی جھنکار بھی ہے
محفلوں تک ہی نہیں عشق کی دنیا محدود
عشق عنوانِ جنونِ رسن و دار بھی ہے

دیکھ اسلام کے آئینِ شہادت کو نہ بھول
عاشقِ زلفِ پریشانِ رسولِ عربی

ہر نظر حاصلِ فردوسِ محبت بن جائے
ہر نفس مایۂ تسکین و عنایت بن جائے
ذرّے ذرّے سے اُبلنے لگے طوفانِ حیات
ہر قدم جادۂ عرفان و ہدایت بن جائے

رہ نہیں سکتا کوئی قافلہ منزل کے بغیر
جاگ اُٹھیں جو حُدی خوانِ رسولِ عربی

(ادارہ میرٹھ)

مجلسِ ذکر

(مرتبہ چودھری عبدالرحمن خاں صاحب)

آج مورخہ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی مدظلہ نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ:-

ہر مجلس ذکر میں کوئی نہ کوئی صاحب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر دفعہ یہ الفاظ دہرانے پڑتے ہیں۔ کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق مجھ گنہگار سے ہے۔ اگرچہ میں گنہگار ہوں لیکن ان کی تربیت کرنا میرا فرض ہے۔ یہ اللہ تعالٰے کا فضل اور میرے بزرگوں کی دعا ہے۔ کہ مجھ میں تکبر نہیں ہے اور میں اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ دعا کریں کہ اللہ تعالٰے کسی گناہ کی شامت کے باعث یہ نعمت چھین نہ لے۔

شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے ذریعہ ادھر سے فیض آتا ہے۔ جس طرح میٹھے پانی کا دریا بہتا چلا آرہا ہو تو اس سے چیونٹی اپنی استعداد کے مطابق اپنی پیاس بجھاتی ہے۔ اور ہاتھی اپنی استعداد کے مطابق اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ اسی طرح ہر طالب اپنی استعداد کے مطابق شیخ سے فیض حاصل کرتا ہے۔ اسلام لانے کے بعد جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور موت بھی اس کی اسلام پر ہوئی وہ صحابی کہلاتا ہے۔ خواہ وہ حضور کے زمانہ میں بچہ ہی تھا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہر صحابی جنت کا وارث ہے۔ ان میں سے بعض چھوٹے اور بعض بڑے درجہ کے صحابہ کرام ہیں ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق حضورؐ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا جو درجہ تھا وہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کا درجہ تھا۔

یہ میرے بزرگوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالٰے نے میرے ذمہ آپ کی خدمت ڈال دی ہے۔ میں اپنے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میری عادت ہے کہ میں جمعہ یا ذکر میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اس کا عنوان پہلے عرض کر دیا کرتا ہوں میری آج کی تقریر کا عنوان ہے

نفس کی تین حالتیں

ان تینوں حالتوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے نفس کی تین حالتیں یہ ہے

۱۔ نفس امارہ ۲۔ نفس لوامہ ۳۔ نفس مطمئنہ۔

نفس امارہ کے معنی ہیں برائی کا حکم کرنے والا۔ پارہ ۱۳ کی پہلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے ارشاد فرماتے ہیں وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہے شک نفس برائی کا حکم کرتا ہے۔) اگرچہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ بھی اپنے آپ کو بری نہیں سمجھتے۔ یوسف علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو پاکباز نہیں کہتا۔ لیکن امراۃ العزیز نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے خدا کے فضل وکرم سے اس سے میرا دامن بالکل پاک ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء ہر گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ لیکن ع

قرب شاہاں آتش سوزاں بود

انسان جتنا تقرب الی اللہ میں چڑھتا جاتا ہے۔ اتنی ہی اس کی ہستی فنا ہوتی جاتی ہے۔

نفسِ امارہ کی اصلاح اللہ والوں کی صحبت میں ہوتی ہے۔ اللہ والے وہ ہوتے ہیں جو کتاب وسنت کے متبع ہوں۔ اس میں توحید خالص نمبر اول آتی ہے اللہ والوں کے لیے اعلٰی درجے کا توحید پرست ہونا ضروری ہے۔ توحید جانبین سے ہونی چاہیئے۔ ہمارا بھی خدا کے سوا کوئی نہ ہو اور ہم بھی خدا کے سوا کسی کے نہ ہوں۔ اللہ والوں کے لیے شعبدہ باز ہونا ضروری نہیں اللہ تعالٰی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید پرستوں کا امام بنا کر مبعوث فرمایا۔ علم اور عمل کی حضور کے اندر جامعیت تھی۔ آپؐ کی صحبت میں صحابہ کرام کے اندر علم وعمل دونوں کا رنگ آیا۔ آیت میں یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَیُزَکِّیْھِمْ دونوں صفات جمع ہیں آج بھی بعض کامل ہوتے ہیں۔ کامل ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ نکلے میں بل رہ سکتا ہے مگر انسان میں نہیں رہتا۔ کامل نفس کی شیخی اور شوخی فنا کر دیتے ہیں۔ یہ فن ان کو آتا ہے قصائی جانتا ہے۔ کہ بھینسے کو کس طرح ذبح کرنا ہے اس کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح بھینسے کو لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلائی جاتی ہے یا پھر زمیندار جانتے ہیں جو اس کو باندھ کر گھریاں لگواتے ہیں۔ سترہ مولوی بھی جمع ہو جائیں۔ تو ایک بھینسے کو باندھ کر ذبح نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انھوں نے یہ فن سیکھا ہی نہیں۔ اللہ والوں کو تزکیہ نفس کا فن آتا ہے میرے ہاں تو ایسے آدمی بہت کم آتے ہیں۔ جن کے اندر شیخی اور شوخی ہو اور وہ اپنی اصلاح کرانا چاہیں۔ میرے دوانوں مریدوں کے ہاں آتے تھے۔ ایک دفعہ تین سو ۳۰ میل سے ایک مولوی صاحب آئے تھے میں نے لاہور کا گھی، گوشت، سبزی اور دودھ سب کچھ چھڑوا دیا۔ اور ان سے کہا کہ ہر وقت باوضو رہئے۔ آٹا ٹیسٹ کروا کر خود روٹی پکائیے۔ میرے پاس شہد تھا۔ میں نے وہ دیدیا۔ کہ اس سے روٹی کھائیں ان کا اپنا بیان ہے۔ کہ دوسرے ہی دن رنگ بدل گیا۔ آپ سب بے لذتیں اکٹھی کر لیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اللہ کے ذکر میں لذت نہیں آتی۔ — سالن میں کونین ڈال دی جائے۔ تو اس میں مزہ کیا آئے گا۔ اسی طرح اگر حرام کھائیں گے۔ تو ذکرِ الٰہی میں مزہ نہ آئیگا۔ اَلْاِنَاءُ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ (برتن میں جو کچھ ہوگا۔ وہی باہر نکلے گا)

میری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ نفسِ امارہ سے بچنے کے لئے تزکیہ کی ضرورت ہے۔ تزکیہ کا فن اہل اللہ کو آتا ہے۔ اہل اللہ اعلٰی درجے کے توحید پرست ہوتے ہیں۔ مبتدع اہل اللہ ہو ہی نہیں سکتا۔ آج سے ۱۴ سال پہلے حضرت دین پوریؒ نے مجھے یہ ذکر بتلایا تھا۔ وہ خدام کی تربیت کے لئے ان کو پھیکا بھات کھلاتے تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام۔ — میرا عقیدہ ہے۔ کہ اگر وہ ہر وقت گوشت کھلانا چاہتے تو کھلا سکتے تھے۔

نفس کی دوسری حالت لوامہ ہے۔ نفس پہلے مغلوب الہوا ہو کر گناہ کرا دیتا ہے۔ پھر اپنے آپ کو ملامت کرنے لگتا ہے مثلاً غصہ میں آکر قتل کر دیا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اور گرفتار ہو کر حوالات میں پہنچ گئے۔ تو پھر انسان اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ القیٰمہ رکوع ۱ پارہ ۲۹ میں آتا ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ۔

نفس کی تیسری حالت مطمئنہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد) ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ خبردار۔ اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے۔ ہر عضو کی راحت کا سامان علیحدہ ہے۔ کان کی راحت سریلی آواز ہے۔ زبان کی راحت چٹ پٹا کھانا۔ دل کی راحت کے لئے ذکر الٰہی ہے۔ بعض عورتیں میرے پاس آکر

کہتی ہیں۔ کہ ڈپٹی صاحب کی تنخواہ آتی ہے تو اچھا کھاتے ہیں اور اچھا پہنتے ہیں۔ برکت ہی نہیں ہوتی۔ برکت تو اللہ کے نام میں ہے۔ جس گھر میں اللہ کا نام نہ ہوگا۔ وہاں ہزاروں روپے آئیں گے مگر برکت نہیں ہوگی۔ جہاں اللہ کا نام ہوگا۔ وہاں برکت ہوگی۔ برکت کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ۱۔ اگرچہ بظاہر آمدنی کم ہوگی۔ مگر اللہ کے فضل سے حاجتیں سب پوری ہوں گی۔ ۲۔ دلوں میں اطمینان ہوگا ۳۔ آپس میں الفت و محبت ہوگی۔ ایک غریب جو ایک جھونپڑی میں رہتا ہے مگر کسی کامل سے سیکھ کر اللہ اللہ کرتا ہے۔ اس کو چین ہوگا۔ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر چین سے سوئے گا۔ اس کے مقابلہ میں ایک امیر جو کوٹھی میں رہتا ہے۔ دولت بے شمار ہے۔ مگر اللہ کا نام نہیں۔ اسے وہ چین ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پریشانی کو یاد کرکے پریشان رہے گا۔ چین دل کا چین ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں جان خوش تے جہان خوش۔ اللہ والے ہر وقت ذکر رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔ نظر بر قدم۔ کوئی قدم زمین پر غفلت سے پڑنے نہ پائے۔ ہوش در دم۔ کوئی سانس بھی غفلت سے نہ آئے۔ ہر سانس میں اللہ ہو کا ذکر ہو۔ سفر در وطن۔ اس دنیا میں اس طرح زندگی بسر کی جائے۔ گویا محبوب حقیقی کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ خلوت در انجمن۔ بھری محفل میں بیٹھ کر بھی دل فقط اللہ سے لگا ہوا ہو۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ دست بکار دل بیار۔ جو اس طرح ہر وقت ذکر الٰہی میں شاغل رہے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کس طرح ناراض ہو سکتے ہیں فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (ترجمہ تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا) بادشاہ کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ کہ غنیم ادھر سے حملہ آور نہ ہو جائے۔ یا مجھے کوئی گولی نہ مار دے۔ اس کو چین ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک سیٹھ جس کی ایک کوٹھی کراچی۔ ایک لاہور ایک پشاور ہے۔ اس کو ہر وقت یہ ڈر ہوگا۔ کہ کہیں کوئی لگا دے۔ جتنی کوٹھیاں اتنے ہی دل کے روگ لگے۔ اس کو چین ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ (سورۃ الفجر پارہ ۳۰) ترجمہ اے اطمینان والی روح اپنے پروردگار کی طرف چل۔ ایسے حال میں کہ تو راضی ہونے والی ہے اور (بارگاہ الٰہی میں) پسند کی گئی ہے۔ پس تو داخل ہو میرے بندوں میں اور تو داخل ہو میری جنت میں) یہ رضائے الٰہی کا تمغہ ہے جو نہ بادشاہ کو اور نہ سیٹھ کو ملتا ہے یہ نفس مطمئنہ کو ملتا ہے۔

دل کا چین دولت سے نہیں ملتا۔ یہ تو اس وقت نصیب ہوتا ہے۔ جب اللہ کا نور رگ رگ میں رچ جاتا ہے۔ کئی دوست میرے پاس آکر کہتے ہیں کہ پہلے بھی ذکر کرتے تھے مگر لطف نہ آتا تھا۔ مگر جب سے آپ نے طریقہ ذکر الٰہی کا بتلایا ہے۔ اب لطف آنے لگا ہے۔ ذکر الٰہی بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ کسی کامل سے سیکھا جائے۔ تو ذکر الٰہی سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں ساتھ جائیں گے۔ اور حشر میں بھی کام آئیں گے۔ مرنے کے بعد بادشاہ کا تاج اتار کر رکھ لیں گے۔ اور بیک بینی و دو گوش ننگا بھیج دیں گے اور قبر میں پہنچنے تک ایمان کی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔ شیطان لعین سے اس کو ہر وقت خطرہ ہے۔ نفس امارہ کے پنجہ سے نجات اور نفس مطمئنہ کامل کی صحبت میں حاصل ہوتے ہیں

لاہور کا آٹا۔ گوشت۔ سبزی۔ دودھ گھی میں بعض چیزیں حرام ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر حلال ہوں۔ مثلاً ہم نے بکری کا گوشت خریدا۔ جو چوری کی تھی۔ اب یہ بظاہر تو حلال ہے۔ مگر واقعہ میں حرام ہے۔ لیکن ہر شخص ان سے بچنے کا مکلف نہیں ہے جب ان کے نور سے تمیز ہو سکتی ہے وہ ضرور مکلف ہے۔ کہ اس طرح کا حرام بھی نہ کھائے ورنہ مجرم ہوگا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ اِلَّا وُسْعَهَا۔ دیتہ حرام کھانے کے بعد اس کا اثر دل پر ضرور برا پڑے گا۔ کامل کی صحبت میں وساوس و خطرات دور ہو جاتے ہیں۔ کتا اس سے ڈرتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہو۔ اسی طرح شیطان کا وار کامل کی صحبت میں کارگر نہیں ہوتا۔ جتنی لمبی صحبت ہوگی۔ اتنا ہی فائدہ ہوگا۔ ایک شخص اللہ کا نام پوچھ کر گھر چلا جائے۔ اور پھر تین سال بعد آئے۔ تو اس کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ حضرت دین پوری مظہر جلال الٰہی تھے۔ ایک ہندو تین دن بیٹھا رہا۔ کہ آپ ایک دفعہ فرما دیں کہ اللہ کے حکم سے تمہارا کام ہو جائے گا۔ مگر آپ ہر دفعہ یہی فرماتے۔ چنوں میں مولا دی مرضی (جس طرح اللہ کی مرضی) حضرت امروٹی رح مظہر جلال الٰہی تھے۔ ایک شخص لطف اللہ خاں پر مقدمہ بن گیا۔ آپ بیمار تھے۔ فرمایا۔ میری چارپائی عدالت میں لے جا کر رکھ دینا۔ جج کو مجال ہے سزا دے۔ تزکیہ نفس کی بدولت اہل اللہ مقرب الٰہی ہو جاتے ہیں۔ اور ان حضرات کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبولیت پا لیتی ہے۔

نفس امارہ کی شر سے بچنے اور نفس مطمئنہ اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ حلال کھائیں اور حرام سے بچیں۔ درمیان میں نفس لوامہ ہے وہ ہر ایک میں ہوتا ہے نیکوں میں بھی اور بدوں میں بھی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

(حقیقت پردہ)

(صفحہ ۱۱ سے)

اسی معنی کے اعتبار سے بند مکان اور بند لباس بھی پردہ نہیں۔ اگر بند مکانوں میں بدکاری ہوتی ہو۔ کیا وہ پردہ ہوگا؟ اسی طرح اگر کوئی عورت بے نقاب منظر عام میں پاک زندگی گزارے تو وہ یقیناً با پردہ ہے۔ اس کے متعلق فرمایا۔ آنکھ۔ کان۔ ناک، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب اعضاء کا بھی زنا ہے۔ یعنی کسی کی عصمت دری کے لئے اس کو دیکھنا۔ اس کی آواز کو سننا۔ اس کے عطر کو سونگھنا۔ وصال کے لئے آرزو کرنی یا تحریری تقریری وصال کی غرض سے قدموں کو حرکت دینا۔ وصال کے متعلق مختلف تدابیر سوچنا۔ اس لئے عورت کو دیکھنا منع فرما دیا کیونکہ یہ اخلاقی زندگی کے منافی ہے۔ لیکن بے نقابی میں عصمت کا پاک رہنا محال ہے۔ کیونکہ شکاری شکار کو دیکھ کر نشانہ بازی سے رک نہیں سکتا اور عاشق بغیر نظارہ محبوب کے عاشق ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا حالت بے نقابی میں عصمت کا محفوظ رہنا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

اسلام نے حفاظت عصمت کے لئے ایک تجویز پیش کر کے ایمان والوں کے لئے اس کو لازم کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ عورت بند مکان اور محفوظ لباس میں رہے تاکہ ہر نظر بد سے بچ سکے۔ مزید کیا عرض کروں عورت کے ہر عضو کو چھپانا لازم ہے۔ کیونکہ عورت کا ہر عضو اور اس کا بال بال دلکش ہے۔ اور اس کے ہر عضو میں۔ ایک ایسی طاقت مضمر ہے۔ جو اس کی عصمت کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت بلند آواز سے قرآن بھی تلاوت نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ سن بلوغت کے بعد اس کا بے نکاح رہنا بے پردگی ہے۔ کیونکہ انکشاف عصمت کا ہر وقت خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیوہ عورت بغیر عدت پوری کئے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ابھی وہ مرحوم خاوند کے حکم میں ہے۔ اس کی عصمت کو فوراً دوسرے خاوند کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کچھ مدت تک مرحوم خاوند کے اثرات، خیالات، عادات، اشارات افعال و اقوال، اس کی وفاداری اور خدمت گزاری کا نقشہ سامنے ہوتا ہے۔ ہاں عدت گزرنے کے بعد مذکورہ حالات متغیر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ خواہشات نفسانی نمودار ہو جاتی ہیں۔ اب عصمت کو بچانے کی خاطر نکاح کی اجازت ہے۔

(باقی آئندہ)

وَلعنِ عبداللہ ؓ ہم روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا دنیا کے بندے اور درہم کے بندے پر لعنت کی گئی ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا کو مقصود بالذات بنانے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم

دنیا میں رہنے کا صحیح طریقہ

یہ تو ناممکن ہے کہ انسان دنیا میں رہے اور کسی سے تعلق نہ رکھے۔ بلکہ دنیا میں رہنے والوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور خوشگوار رکھنا اسلام نے فرض عین قرار دیا ہے مثلاً والدین کے متعلق تعلیم دی گئی ہے ھما جنتک ونارک یہی دونوں تیرے بہشت بھی ہیں اور دوزخ بھی۔ اور اعزہ اور اقربا کے ساتھ جو شخص حسن سلوک سے زندگی بسر نہیں کرے گا۔ پل صراط پر ایسے کنڈے ہوں گے۔ جو اسے کھینچ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ اس کے علاوہ اپنی معاش کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنا ہی پڑے گا۔ جس سے خود بھی آلم پائے۔ اور رشتہ داروں کے حقوق بھی ادا کرسکے اس سلسلے میں دنیاداروں کے ساتھ تعلقات رکھنے ہی پڑیں گے، اب انسان دنیا میں بھی رہے اور مخلوقِ خدا کے علاوہ خالق بھی راضی رہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کا نصب العین فقط رضاء مولیٰ قرار دے۔ اس کے بعد دنیا میں اپنی ہر نقل و حرکت میں رضاء مولیٰ پیش نظر رہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان۔ جس نے اللہ کے لئے دوست رکھا۔ اور اللہ کی خاطر ناراض ہوا۔ اور اللہ کی خاطر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر دینے سے رکا تو اس نے ایمان کامل کرلیا۔ اس طریقہ پر زندگی بسر کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوجائے گا۔ اور دنیا میں رہنے والوں سے بھی تعلقات درست رہیں گے۔ اور جب کسی کی خواہش اللہ تعالیٰ کے مطالبہ سے ٹکرائے۔ تو اسے رد کر دیا جائے۔ پھر اسے یہ درجہ حاصل ہوجائے گا۔ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ۝ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ۝

وما علینا الا البلاغ

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

ان اکرمکم عند اللہ کنبوں میں تقسیم کیا۔ تاکہ تم
اتقاکم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔
امتیاز قائم رکھ سکو خوب یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں کا وہی شخص مکرم ہے جو زیادہ متقی ہو۔

جملہ اولیٰ میں بنی آدم کا اشتراک بیان فرمایا گیا ہے اور جملہ جعلنٰکم سے آخر آیہ تک ان کا افتراق و تمایز۔ ظاہر ہے کہ نظام تمدن اس کا مقتضی تھا کہ بنی آدم باوجودیکہ ایک نسل اور ایک جنس ہونے کے باہم متمایز اور متباین بھی ہوں۔ ان کے انساب محفوظ ہوں اگر ایسا نہ ہو تو ان میں اور بہائم میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ امتیاز دو قسم کے ہیں۔ ایک تمدنی و معاشرتی جس کے منافع حیات دنیا تک محدود ہیں۔ دوسرا مذہبی و دیانتی جن کا احاطہ فوائد دار دنیا سے آخرت تک وسیع ہے۔ آیہ مذکورہ میں اول امتیاز و افتراق کو جملہ وجعلنٰکم شعوباً وقبائل ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں۔

ہر ایک امتیاز کا مبنیٰ جداگانہ امور ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ امتیاز تمدن و معاشرت میں بہت سے شعبے امتیاز و افتراق کے ہیں۔ پہلا شعبہ نسب کا ہے مثلاً حضرت آدمؑ کے چند بیٹے ہوئے اور ہر بیٹے کی اولاد جداگانہ ہوئی۔ اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ شاخ در شاخ ہوتا چلا گیا۔ اگر بنی آدم کا توالد و تناسل مثل حیوانات و بہائم ہوتا۔ تو اس قسم کا امتیاز قائم نہ ہوتا۔ اور نہ اس کی ضرورت پڑتی۔ اس امتیاز نسبی سے کنبے، خاندان کنبوں سے چھوٹے بڑے قبیلے اور پھر قومیں پیدا ہوتی چلی گئیں۔

یہ امتیاز و افتراق شروع میں تو بہت کم محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ مثلاً اپنی اولاد اور اپنے بھائی کی اولاد میں بہت کم فرق سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جوں جوں بعد بڑھتا جاتا ہے مباینت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ محلہ کا امتیاز بہ نسبت کنبہ اور خاندان کے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس اقوام کا افتراق و امتیاز تو اس درجہ ہوجاتا ہے۔ کہ گویا ان میں کہیں جاکر بھی مشارکت نسبی نہیں۔

دوسرا امتیاز ملک اور وطن کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہر ایک ملک کی آب و ہوا جداگانہ ہے۔ رنگ و روپ رسم و رواج قومی جسمانی کے اتفاق و اختلاط میں اس کو بڑا دخل ہے اور جس طرح حفاظت انساب نسل انسانی کے لئے ضروری تھی۔ اسی طرح امتیاز ملک و وطن بھی تمدن کا لازمی جزو ہے بغیر اس کے نظام تمدن قائم نہیں رہ سکتا۔

تیسرا امتیاز حرفت و صنعت اور پیشہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دنیا میں بعض پیشہ اعلیٰ و ارفع موجب عزت سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض ادنیٰ موجب حقارت و توہین ہوتے ہیں۔ مثلاً تجارت کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ گداگری و سوال کو نہایت حقارت سے۔ اسی طرح صناع میں زیور بنانے والا معزز سمجھا جاتا ہے۔ بہ نسبت جوتے سینے والے کے علیٰ ہذا درزی کا درجہ غالباً سب سے بلند ہوتا ہے۔ ہر سہ امتیازات مذکورہ بالا تمدن عالم کے لئے ضروری ہیں۔ اگر یہ تینوں نہ ہوں تو نظام عالم استوار نہیں رہ سکتا۔ امتیاز مدارج و مراتب انصرام حوائج و ضروریات زندگی۔ جلب منافع و دفع مضار کا مدار انہیں پر ہے۔ اور اس قسم کے امتیاز اور بھی ہیں۔ جن کے بیان کرنے میں طول ہے۔ یہ وہ امتیاز ہیں۔ جن سے قومیں نکلتی ہیں۔ قبیلے بنتے ہیں۔ خاندان پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی امتیاز حدود بنتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ایک قوم دوسری قوم سے ایک ملک دوسرے ملک سے ایک خاندان دوسرے خاندان سے ہر ایک صناع و پیشہ ور دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ ان امتیازات سے تو بنی آدم کے اصناف انواع و اجناس پیدا ہوتے ہیں اور ایک دوسری قسم کا امتیاز اور ہے جس کا اثر افراد تک تو بیشتر اور بسا

امتیاز علم و جہل۔ علم جوہر نفیس ہے جس کے اندر یہ جوہر ہو۔ اس کے محترم واجب التعظیم قابل اطاعت ہونے میں کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ علم کسی فن کا ہو انسان کے مرتبہ کو بالا و بلند کر دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جہل۔ عزت سے ذلت اوج سے حضیض، احترام و اکرام سے اہانت و تذلیل کی طرف دھکیلتا ہے۔ علم و جہل سے حقیقی بھائیوں کے مدارج و مراتب میں امتیاز و افتراق پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک بھائی دولت علم سے مالا مال ہو کر دنیا کا سرتاج شاہان دنیا کا مقرب۔ مخلوق کا استاد و مؤدب ہوا ہے۔ دوسرا جاہل کندۂ ناتراشیدہ اس قابل بھی نہیں کہ کوئی اس سے تخاطب کرے پاس بٹھلانے کا بھی روادار ہو۔ اور یہ امتیاز علم بسا اوقات افراد سے متجاوز ہو کر اقوام تک پہنچ جاتا ہے۔ کسی خاندان سے دولت علم زائل ہوئی۔ جہل کا غلبہ ہوا تو چند پشتوں کے بعد وہ وحشی بن جاتے ہیں۔ بجائے اخلاق انسانی وحشت حیوانی ان پر غالب آجاتی ہے۔ اسی طرح بعض ملک کے ملک جہل کی وجہ سے انسانیت سے خارج ہوجاتے ہیں۔ اور وحشی کہلانے لگتے ہیں۔ ایسی اقوام یا ممالک یا اقالیم کی مثالیں بھی بہت کم ہیں۔ جو کسی وقت جہل کی وجہ سے وحشی کہلاتے تھے۔ علم نے ان کو مہذب بنا کر متمدن اقوام میں داخل کر دیا۔ پہلے تو عرب ہی کی حالت دیکھ لیجئے۔ اکثر حصہ ملک بیشتر اقوام و قبائل جہل کے تیرہ و تاریک میدانوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ان میں اور وحشیوں میں تھوڑا سا ہی فرق تھا۔ اور جب علم آیا۔ اس نے فطری اخلاق و ملکات کو جلا دے دی تو کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے۔ دنیا پر اپنے علم و ہنر کا سکہ جما دیا۔ اصلی و حقیقی تہذیب کا سبق سارے عالم کو دے دیا۔ پھر امریکہ پر نظر ڈال لیجئے کہاں وہ وحشت اور کہاں یہ ترقی ایجادات و صنائع و علیٰ ہذا جاپان وغیرہ ممالک کا حال ہے یا مثلاً۔ امتیاز اخلاق و اعمال ایک درجہ کے افراد میں محاسن اخلاق و مکارم اطوار سے امتیاز پیدا ہوجاتا ہے۔ مہذب و متمدن علم کی دولت سے مالا مال نسب و حسب و قومیت میں مساوی باہم اشتراک اخلاق شریفہ و رضیعہ سے امتیاز پیدا ہوجاتا ہے۔ حسن خلق عالم کے علم و مہذب تہذیب شریف النسب کے نسب کو ممتاز بنا دیتا ہے۔ جہل کے نقصانات آنکھوں سے اوجھل کرکے جاہل کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ علیٰ ہذا اس قسم کے امتیازات اور بھی ہیں۔ ان امتیازات سے قبائل و اقوام تو نہیں بنتے۔ مگر افراد یا اقوام میں فضائل و کمالات شرافت و دناءت کے درجات قائم ہوجاتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

حقیقت پردہ!

از جناب عبد البر محمد قاسم صاحب ملتانی

اسلامی قانون انسان کی ہر حرکت پر حاوی ہے یہ انسان کی ہر گام پر رہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف اور حدیث شریف میں تمام مسائل وضاحت سے بیان ہوئے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عورت کا ہے۔ اسلام نے انسان کی عزت کو مدِنظر رکھتے ہوئے قانون پردہ نافذ کیا ہے۔ عورت مرد کے لئے باعث عزت ہے۔ عورت کے اختیار میں ہے کہ مرد کو باوقار بنائے یا بے وقار برباد کرے یا آباد کرے۔ بلکہ مرد کے تمام خاندان کی اور مرد کی اولاد کی عزت اور بے عزتی عورت کے ہاتھ میں ہے۔ عورت مرد کی دولت عیش و عشرت میں فنا کر سکتی ہے۔ اسی طرح عورت دولت کو اپنا ذخیرۂ آخرت بنا کر اولاد کی زندگی کو بنا سکتی ہے پھر اولاد اپنی قوم کیلئے باعث عزت بن سکتی ہے اس لئے اسلامی شریعت نے عورت کو پردہ کا حکم دیدیا۔ لیکن انسانی قانون میں بہت لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ انسانی قانون بجائے اصلاح کے تخریب کا ذریعہ بنتا ہے۔ جو انسانیت کا قاتل ہے اس لئے وہ عورتوں کی آزادی چاہتا ہے جو پردہ پر کئی بے بنیاد اعتراضات کر کے بے پردگی کو اہمیت دیتے ہیں۔ یہ اہل مغرب کی اندھی تقلید ہے۔ رب کعبہ کی قسم اگر ہم محض انسانی حیثیت سے پردہ کو نظر عمیق سے دیکھیں تو اس کی ضرورت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اگر ہم اپنی نقدی اور گھر کا باقی اثاثہ چھپا کر رکھتے ہیں اور دوسروں پر ظاہر نہیں کرتے۔ تو پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ہم اپنی عزیز ترین چیز یعنی عورت کو زینتِ محفل بنائیں۔ بعض لوگ مسئلہ پردہ کو مولویوں کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ بے پردگی مولوی کے مذہب کے خلاف نہیں۔ بلکہ دینِ خدا کے خلاف ہے۔ اگر اندر نورِ ایمان ہو تو مردوں اور عورتوں دونوں کو پردہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں کیا خوب کہا ہے ؎

نورِ اسلام نے سمجھا تھا ضروری پردہ
شمع خاموش کو فانوس کی حاجت کیا ہے

قرآن شریف ایک ضابطہ حیات ہے۔ پردہ کے متعلق تمام اصول اور ہدایات قرآن میں موجود ہیں۔ اُن کی تفصیل خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ پردہ کو محض مولویوں کی ایجاد قرار دینا بدترین قسم کی جہالت اور جسارت ہے۔

ارشاد احکم الحاکمین

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن (الآیۃ)

یعنی عزت سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرو۔ اور زمانہ جہالت کی طرح سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت سراپا عزت ہے۔ لہذا اسکا گھر سے نکلنا بھی بے عزتی اور بے غیرتی ہے۔ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آزادی نسواں کا مطالبہ قرآن سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ لہذا آزادی نسواں کے خواہش مند جہلاء میں شمار ہوں گے۔ مذکورہ آیت میں لطیف بات یہ ہے کہ مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب نبوت کے ازواج پر یہ پابندی لگائی گئی ہے تو امت کی عورتوں کا کونسا راستہ ہوگا۔ اس لئے ازواج مطہرات کو مخاطب فرمایا کہ وہ تمام امت کی عورتوں کے لئے نمونہ ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران بنائی گئی ہے لہٰذا اس سے ان چیزوں کی پرسش ہوگی۔

اور ابو داؤد میں ہے کہ

ام ورقہ بن نوفل غزوۂ بدر میں شرکت کی اجازت مانگی تو حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے گھر میں بیٹھو۔ اور عورتوں کو نماز کے متعلق فرمایا۔ کہ ان کے گھر مسجد سے زیادہ بہتر ہیں۔ اب اندازہ فرمائیں کہ نماز اور جہاد سے اور کوئی چیز اعلیٰ نہیں۔ لیکن حفاظت عصمت کے لئے دونو کی اجازت نہ دی (ابوداؤد میں) کہ ایک بار حضرت افلح بن ابی القیس رضؓ حضرت عائشہؓ کی ملاقات کے لئے آئے اور وہ پردہ میں چھپ گئیں اور افلح نے کہا مجھ سے پردہ کرتی ہو۔ میں تمہارا چچا ہوں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا یہ کیسے۔؟ جواب دیا۔ میرے بھائی کی بیوی نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا مرد نے تو دودھ نہیں پلایا۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد میں) کہ ایک عورت کا بیٹا شہید ہو گیا۔ وہ عورت نقاب پہن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کا حال پوچھنے آئی تو صحابہؓ نے کہا کہ کیا اس صدمہ میں بھی نقاب کا ہوش رہا ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ اپنے بیٹے کو تو کھو دیا شرم و حیا کو نہیں کھویا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت کا گھر سے نکلنا بھی منع ہے۔ ضرورت کی بنا پر قرآن کے تجویز کردہ طریقہ سے نکل سکتی ہے۔ مثلاً

یدنین علیھن من جلابیبھن الخ

یعنی باہر نکلتے وقت عورتیں اپنے اوپر جلباب (یعنی بڑی چادریں) ڈال لیا کریں۔ تاکہ لوگ دیکھ نہ سکیں۔ جیسے عورت کا پردہ فرض ہے۔ اسی طرح مرد کا بھی پردہ ہے۔

پردہ کا پورا نقشہ ملاحظہ ہو

مرد کا پردہ

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم (الخ)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کو حکم کر دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ طریقہ اُن کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

عورت کا پردہ

قل للمومنات یغضضن من ابصارھن (الخ)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والیوں کو بھی حکم کر دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر ناگزیر طور پر ظاہر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر لٹکا مار لیا کریں۔ اور اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو جائے۔ آیات مذکورہ میں خطاب فقط ایمان داروں کو کیا گیا ہے۔ یعنی پردہ ایک حیا ہے اور حیا ایمان کی جزو اعظم ہے۔

لہٰذا بے پردگی ایمان کی کمزوری کا ثبوت ہے امید ہے کہ آیات مذکورہ سے پردہ کی حقیقت واضح ہو گئی ہوگی۔ پڑ

پردہ کی اصلی حقیقت

پردہ حفاظت عصمت کا نام ہے قرآن شریف میں ہے والذین ھم لفروجھم حافظون اگر غور سے دیکھا جائے تو فٹ لباس یا مروجہ فیشنی برقعہ عین بے پردگی ہے۔ کیونکہ یہ دونو چیزیں انکشاف عصمت کی داعی ہیں۔ بظاہر جسم کا لباس ہے۔ فی الحقیقت بلکہ بالفعل یہ لباس انکشاف عصمت ہے۔ ایک بدصورت عورت بھی اگر خوبصورت لباس اور فیشنی برقعہ میں مستور ہو تو بازار کا ہر آدمی اس کو دیکھتا ہے اور باوجود برقعہ کے اس کی عصمت محفوظ نہ ہو سکی۔ اگر یہ بدصورت عورت بغیر فیشنی برقعہ کے چلے تو اس کی طرف کوئی آدمی بھی نہ دیکھے گا۔ اس صورت میں جسم ظاہر ہے مگر عصمت محفوظ ہے۔ معلوم ہوا پردہ حفاظت عصمت کا نام ہے۔

(باقی صفحہ ۷ پر)

استفتاء

از حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین پاکستان کی ایک جدید فلم "عبادت" کے بارے میں کہ اس کا دیکھنا جائز ہے کہ نہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں ارکانِ اسلام کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے متعلق ایسی دلپذیر وضاحت کی گئی ہے۔ کہ دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہر تماشائی کلمہ پڑھتے ہوئے بے اختیار سربسجود ہونا چاہتا ہے۔

(۲) پاکستان کی فلمی صنعت میں روپیہ لگانا فلمی مشینری منگوانا۔ اور تجارتی منفعت کے لئے ادارے کھولنا۔ جذبۂ جہاد اور شعائرِ اسلامی کے احیاء کے لئے پاکیزہ ترین اسلامی کہانیاں فلمانا اور بذریعہ فلم تبلیغ اسلام کرنا اور خصوصاً موجودہ ماحول کی فلموں کی نشر و اشاعت اور پروپیگنڈہ پر کثیر خرچ کر کے روپیہ کمانا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا و توجروا۔

نوٹ:۔ مودودی صاحب کے نزدیک سینما بذاتِ خود مباح بلکہ جائز ہے۔ البتہ اس کا ناجائز استعمال اس کو حرام کر دیتا ہے (ترجمان القرآن ماہ اگست ۱۹۵۲ء) یہ جواز اس بنا پر بتایا جاتا ہے۔ کہ جس طرح شروع شروع میں آلۂ مکبر الصوت یعنی لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر علماء میں ہچکچاہٹ رہی ہے اور اب تو بتدریج جمعہ کے خطبات بلکہ نماز جمعہ و عیدین تک میں اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تصویر کی حرمت برقرار رکھتے ہوئے پاسپورٹ اور ایکسرے وغیرہ فوٹو سے بھی فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ سائنس کی ترقی نے سینما کو اس معراج کمال تک پہنچا دیا ہے۔ کہ ٹیلی ویژن کے ذریعے دور دراز تک مقرر کی تصویر بھی ہر گھر میں نظر آ سکتی ہے۔ اس لئے سینما کے جائز استعمال کے لئے وسعتِ نظر کا لطیف اشارہ کر کے جواز کی راہ نکال لی گئی ہے۔ امید ہے کہ مندرجہ بالا عنوان پر پوری طرح توجہ فرما کر اس کے حسن و قبح کا مکمل تجزیہ فرما دیں گے۔

المستفتی

عبدالواحد بیگ "محدود" پینٹر اندرون دہلی گیٹ۔ ملتان شہر

الجواب

(۱) اوّل تو سینما کی شرعی قباحتوں پر غور فرمائیے: (۱) یہ لہو و لعب ہے اور حدیث میں ہے کل لهو المسلم حرام الا ثلثة ملاعبة اهله و تاديبه لفرسه و مناضلته بقوسه کہ سوائے تین کے ہر کھیل حرام ہے۔ (۲) تصویر مجسمہ جیسے نیز مجسمہ دونوں ناجائز ان کا بنانا حرام اور استعمال ناجائز دیکھنا اور دیکھتے رہنا بھی ناجائز حدیثوں میں اس پر عذابات کی اطلاع ہے اور یہ تخلیق کا مضحکہ اڑانا ہے جو ایک طرح کی توہین ہے۔ پھر مسلمانوں کی تصویر بنانا اور بھی گناہ کہ جس کے اعتقاد میں تصویر گناہ ہے۔

(۳) مردوں کو نامحرم عورتوں کی، عورتوں کو نامحرم مردوں کی آوازیں اور تصویریں دیکھنا سننا دونوں گناہ ہیں۔ سوائے ضرورت دینیہ کے زنائے چشم و گوش ہے۔ اور قدیم پردہ نشینوں کو بے پردہ تصویر میں ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور غیر مسلم کو دکھانا اور سخت ہے۔

(۴) گانا سننا بھی گناہ ہے یہاں تک کہ اگر قرآن شریف کا بھی گانا گایا جائے تو وہ بھی گناہ ہے بلکہ بعض وقت کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔

(۵) فحش گفتگو میں فحش مذاق اور گندی باتیں کرنا دیکھنا ان سے لطف لینا سب گناہ اور زنائے قلب و گوش ہے۔

(۶) جھوٹ باتوں کا بنانا سننا سنانا سب گناہ اور حرام ہے۔

(۷) عورتوں کا بے پردہ جانا آنا اور مردوں، عورتوں کا مل جل کر بیٹھنا باتیں کرنا سب گناہ ہے۔

(۸) بد اطواری عیاشی و بدمعاشی کی چالاکیوں اور تدبیروں کی نمائش کرنا۔ اس کو دیکھنا وغیرہ بھی سب گناہ ہیں۔

(۹) اگر کسی مسلمان کی طرف کوئی عیب منسوب کیا گیا ہے۔ خواہ وہ اس میں ہو یا نہ ہو تو غیبت یا بہتان ہے۔ دونوں حرام۔ ان کا دیکھنا سننا بھی حرام یہ زبان سے بھی ہوتا ہے تحریر سے بھی تصویر سے بھی اور اشارات سے بھی سب گناہ ہیں۔ اور اگر وہ شخص مسلمان ہونے کے ساتھ قابلِ احترام بھی ہے مثلاً بادشاہ ہے یا بزرگ یا عالم دین تو اور سخت گناہ ہے اور سبب انتقام خداوندی بھی ہے۔ ان کی بیویوں یا ان کی طرف منسوب چیز کہ جو خصوصیت رکھتی ہو اس کی اہانت بھی گناہ بلکہ بزرگان و علمائے دین کی یہ توہین تو اسلام کی توہین ہے جو بہت سخت ہے اور کفر کا اندیشہ ہے۔

(۱۰) یہ سب باتیں جو آئندہ کے لئے لوگوں کی بدمعاشیوں کی محرک بنتی ہیں، ایک مسلسل گناہ کا سبب ہو کر گناہ ہیں، ان سب امور پر شرعی دلائل موجود ہیں بہت سے تو سب کو معلوم بھی ہیں بوقت ضرورت پھر دریافت کر لیا جائے۔ اختصار کی وجہ سے اس وقت دلائل نہیں لکھے گئے ورنہ پورا رسالہ بن جاتا ہے۔

اس قسم کے اور بھی متعدد گناہوں کا یہ مجموعہ ہے۔ جس کو آج کل سینما کہا جاتا ہے پاک قوم کو سخت ترین ناپاک بنانے کا انتہا درجہ کا خطرناک ذریعہ ہے مگر افسوس قدر ناواقف کر دیا ہے۔ کہ اب ہمیں اس کی برائیاں تکنے پر بھی اچھی طرح نظر نہیں آتیں۔ حالانکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خود ان سب برائیوں اور سینما سے بچیں اور سب مسلمانوں کو جہاں تک ہو سکے بچائے احقر کی نظم خرابی سینما بھی دیکھی جائے۔ ایک نسخہ ارسال ہے۔

دوسری بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ عبادت دو قسم کی ہے۔ متعدی و غیر متعدی۔ متعدی وہ ہے۔ جس کا تعلق دوسروں سے ہو یعنی جہاد اور تبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور غیر متعدی وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے ہے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ۔ اس لئے نفس عبادت کے جو احکام ہیں۔ وہ دونوں قسم کی عبادتوں کے ہوں گے اور عبادت کو خواہ وہ متعدی ہو یا غیر متعدی گناہ میں ملوث اور آلودہ کرنا عبادت کی سخت توہین بلکہ صاحب عبادت اور حق تعالیٰ معبودِ حقیقی کی بھی توہین ہو گی۔ دیکھیئے عبادت نام ہے معبود کی انتہائی عظمت کا اور انتہائی تعمیل احکام کی صورت سے اور گناہ احکام کی خلاف ورزی اور ایک قسم کی معبودِ حقیقی کی توہین یا عدمِ عظمت ہے۔ اب عبادات کو گناہ میں مخلوط و ملوث کرنے سے عظمت کو عدمِ عظمت و توہین سے تعمیل احکام کو مخالفت سے مخلط کر دینا ہے اس لئے یہ عدمِ عظمت یا توہین عبادت کی بھی ہے عبادت کرنے والوں کی بھی ہے اور چونکہ دیکھنے والوں کی نظر میں یہ عدمِ عظمت و توہین کے ساتھ مخلوط شدہ عبادت بھی گویا عظمت الٰہی بتائی جا رہی ہے۔ اور گویا خدا نے اس کو پسند اور حکم کیا ہے۔ یہ اس کا دعوے بن کر خود خدائے قدوس کی توہین کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے یہ فلم توہین اسلام توہین عبادات اور توہین خدا اور رسول تک پہنچانے والی ہے مسلمانوں کو اس کے بند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور کبھی تبلیغ یا عبادت کو گناہوں کے مجموعہ سے مخلوط نہ ہونے دینا چاہیئے۔

بلکہ ذرا سا اور غور کیجئے۔ تو آپ خوب سمجھ لیں گے۔ کہ اس طرح تو عبادات کو گناہوں کا آلہ کار بنایا جا رہا ہے۔ اور ایک گناہ کا نہیں بہت سے گناہوں کا آلہ بنایا جا رہا ہے یعنی سبب رضائے الٰہی کو سبب عذاب الٰہی بنایا جا رہا ہے۔ یہ کس قدر سخت توہین اور سخت مخالفت ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے سببِ قرب قرار دیں لوگ اس کو سبب بُعد بناتے ہیں۔ جو ذریعہ ثواب و نجات ہے۔ اس کو لوگ ذریعہ عذاب بنا ڈالیں جو شیطانی باتوں کی دشمن تھی۔ اس کو شیطانی کا اڈہ کر دیں۔ جو ولایت و بزرگی کا زینہ تھا اس کو بدمعاشیوں کی تحریک کا سبب بنایا جائے۔

فرض کیجئے ہر متاثر سربسجود ہونا چاہتا ہے۔ مگر ہوتا نہیں اور ہو بھی جائے تو عبادت کی توہین اور اس تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوا تو بس ہوا یہ خود بیکار اور لغو فعل ہے بلکہ سچ پوچھئے تو یہ اس سے مضحکہ اور تمسخر کرنا ہے۔ اور تعالیٰ کو سانگ بنا کر ایک آلہ تفریح بنا کر ذلیل کرنا ہے۔ یہ نفسانی اور شیطانی تاویلیں ہیں کہ اس طرح کوئی خدا ترسی

پیدا ہوتی ہے۔ تعجب ہے نہ معلوم یورپ نے کیا جادو کر دیا ہے۔ کہ عبادات کو تماشا بنانا لوگوں کی عقلوں میں کوئی عیب بھی نہیں معلوم ہوتا اور الٹا حسن قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیا اسلامی ذہنیت بالکل ختم خدا پرستی بالکل غائب اور یورپ پرستی و عقل پرستی ہی مسلمانوں کا شیوہ رہ گیا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہر مسلمان سے جہاں تک ہو سکے اس دین و دنیا کو تباہ کر دینے والی آفت ہر سینما کو بند کرنے کی کوشش کرنی اور خصوصاً توہینِ عبادات فلم کو قطعاً بند کرنے کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے۔ اور اس کی پروا نہ کیجئے۔ کہ یورپ کے ایجنٹ اس کے زیادہ سے زیادہ محاسن بیان کریں اور مسلمانوں کے اسلام پر اس طرح ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کریں ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں اور اپنے ایمان و اسلام کی پوری پوری حفاظت کریں بلکہ دنیا کی بھی پوری خرابیاں اور گناہوں کو معلوم کرنے کے بعد ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ان مذکورہ امور میں سے ایک بھی جائز اور حلال کام نہیں ہے مسلمانوں کی تباہی قوم کی تباہی ملک کی تباہی اور ہر طرح کے گناہوں کی جڑیں قائم کر کے ہمیشہ کے گناہوں کا سامان کرتا ہے۔ نہ اس کی آمدنی حلال نہ اس کا کوئی مشغلہ جائز نہ کوئی کام تباہ کاری سے خالی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ آیت اس کی دلیل ہے۔

مولانا مودودی صاحب کی غلط فہمی ہے کہ وہ ایسی کھلی تباہ کار چیز کو سراہ کر مسلمانوں کو دینی و دنیاوی تباہی کے غاروں میں دھکیل رہے ہیں۔ جس استعمال کو وہ جائز سمجھتے ہوں گے۔ وہ بھی بہت ناجائز چیزوں کا مجموعہ ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور تصویر پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے اول تو یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اُن میں یہ بات نہیں ہے تصویر و فوٹو بے شک خود گناہ ہے مگر اس کے لئے ایسی مجبوری ہے کہ جس سے اس کی زندگی تلخ ہوتی ہو۔ اجازت بھی اس طرح ہے کہ بُرا سمجھتے ہوئے توبہ استغفار کرتے ہوتے اس کا ارتکاب کرلے۔ کیونکہ نصف حصہ میں کچھ تخفیف اس بنا پر بھی ہے، کہ اس طرح زندہ کی کمل نقل نہیں اتنا آدمی زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے یہ تخلیق الٰہی کا مضحکہ تو ہے مگر ذرا ناقص ہے ویسے بغیر مجبوری کے کوئی دیندار شخص اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ محض کھیل تفریح کے لئے کوئی حلال نہیں کہتا۔ اور ایکسرے میں تو صرف ایک عضو کی تصویر بلکہ اس کے بھی کچھ حصہ کی ہوتی ہے جو تنہا جاندار ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسے اجتہادات و قیاسات سے مسائل دین کا اختراع بہت خطرناک بات ہے۔ اور لاؤڈ سپیکر میں گناہ کی بات کیا ہے وہاں تو نماز کے باب میں یہ اشکال ہے۔ اگر وہ آواز بعینہٖ امام کی آواز ہے۔ تو نماز درست ہے ورنہ نہیں جس کو اس کا یقین حاصل ہو گیا ہے۔ کہ بعینہٖ آواز ہے۔ وہ جائز کہتا ہے۔ جس کو اس کا یقین نہیں وہ آج بھی ناجائز کہتا ہے۔ مگر صرف اس کیئے جو صرف اسی آواز کی اقتدا کرے کہ نہ امام کی ہیئات سامنے ہو نہ مقتدی کی نہ مکبر کی آواز تعجب ہے۔ کہ مودودی صاحب کو اس سے کس طرح یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ سینما جو بہت سے گناہوں کی میزانکل ہے وہ بھی جائز ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالے ہم سب مسلمانوں کو ایسی سب باتوں سے بچائیں

الجواب صحیح

دستخط حضرت مولنا محمد علی خطیب سنہری مسجد۔

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کو اللہ تعالے جزا ء خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے سینما کے قبائح کو مفصل بیان فرما کر مسلمانوں پر سینما کے عدم جواز کی وضاحت کر کے ان پر اتمام حجت فرما دیا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس تباہی کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچائیں

(دستخط) مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین۔ لاہور

(صفحہ ۹ سے)

سے اس کو چھوا جاتا ہے اور تدبر اور فکر زیادہ ہوتا ہے نگاہ کے لئے دیکھ کر پڑھنا مفید بتلایا جاتا ہے حضرت امام شافعیؒ بسا اوقات عشا کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کرتے تھے اور بعض کے نزدیک حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا باعث اور ریا سے دور ہوتا ہے حضورؐ کی عادت شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی۔

حضورؐ نے فرمایا کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی سے۔ پوچھا گیا کہ حضورؐ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا یعنی گناہوں کی کثرت اور خدا کی یاد سے غافل ہونے سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لئے صیقل کا کام دیتی ہے احادیث میں وارد ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب پر پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے۔ توبہ کی توفیق نہ ملی دوبارہ گناہ میں گیا تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح اگر گناہ ہوتے میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ اُن نقطوں کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی طرف رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں دو واعظ چھوڑتا ہوں ایک بولنے والا دوسرا خاموش۔ بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش موت کی یاد۔ حضورؐ کا ارشاد سر آنکھوں پر مگر واعظ تو اس کے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے مگر جہاں سرے سے دین ہی بیکار رہو۔ ترقی کی راہ میں مانع ہو وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کریگی کیا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زیر زبر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے۔ اس میں غور و تدبر نہیں کرتے

وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے۔ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اب آپ خود ہی اپنی حالت پر ذرا غور فرمالیں ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو اپنے حافظِ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظِ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے ہماری شرافت، ہمارا افتخار تو اونچی اونچی ڈگریوں سے بڑے بڑے القاب سے دنیوی جاہ و جلال سے اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال و متاع سے ہے۔

؎ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

حضرت ابوذرؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ یہ دنیا میں تو نور ہے۔ اور آخرت میں ذخیرہ حقیقت میں تقویٰ تمام امور کی جڑ ہے جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے اس سے پھر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور نہ اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ تلاوت کا نور یہ ہے کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ گھر آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ اس گھر کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ رحمت کے فرشتے تلاوت کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ اس مسلمان کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں۔

باقی آئندہ

اپنے اس سچے کلام پاک سے
اے خدا نورِ ہدایت دے مجھے
اور نہ ہو جو بات اس کی مجھ کو یاد
تو دلا دے یاد اسے رب العباد
جو نہ ہو معلوم اس کا علم دے
پوری نسبت ہو مجھے قرآن سے
آمین ثم آمین

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔ یعنی لوگ اپنے باپ دادا سے۔ علم سے دولت سے خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔ میری امت کے لئے ذریعہ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے۔ اس کے یاد کرنے سے۔ اس کے پڑھانے سے اس پر عمل کرنے سے غرض اس کی ہر چیز قابل افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے آقا کا فرمان ہے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں

اس وقت تک کامیابی ناممکن ہے جب تک تربیت کا باقاعدہ اور ٹھوس نظام نہ ہو، قرآن حکیم نے اسی بنا پر تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کو داعیٔ انقلاب کی بعثت کا اہم مقصد بتایا ہے (ویزکیھم) اور اسی بنا پر کہا گیا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا "وہ شخص کامیاب رہا جس نے اپنے
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا آپ کو برائیوں سے صاف کیا اور ناکام رہا
جس کو برائیوں نے دبالیا۔"

جن لوگوں کے سامنے انقلاب کی تاریخیں ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ دنیا کے ہر انقلاب کی پشت پناہی ذہنی تبدیلی اور اخلاقی تربیت کرتی رہی ہے، اسی سے قومی زندگی میں نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے اور اسی سے شخصیت کی تنظیم ہوتی ہے بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انقلاب کی کامیابی اور استحکام کا مدار صرف افراد کی تربیت پر ہے جس قدر افراد کی تربیت کی جاتی ہے اسی قدر انقلاب میں استواری اور پائداری پیدا ہوتی ہے، اس خصوص میں فلسفۂ تاریخ کا درج ذیل مسلمہ فیصلہ قابل ذکر ہے،

"قومیں خطیبانہ بلند آہنگیوں اور جذبات انگیز استعارہ طرازیوں سے نہیں بنتی ہیں بلکہ اپنی تاریخی ماضی کے بعد افراد کی اعلیٰ ذہنی و اخلاقی قابلیتوں سے بنتی ہیں۔[1]"

ایمان پیدا ہونے کے بعد جان اور مال کا سودا ہو جاتا ہے

ایمان کی حقیقت سمجھنے کے لئے درج ذیل آیت خاص اہمیت رکھتی ہے،

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے
أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ اس قیمت پر ان کی جانیں بھی خرید
بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ لی ہیں اور ان کا مال بھی کہ ان کے لئے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ بہشت کی جاودانی زندگی ہے۔
وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا چنانچہ وہ کسی دنیوی مقصد میں نہیں
فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ بلکہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں،
وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى اس جنگ میں وہ مرتے بھی اور مارتے
بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَا بھی ہیں یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا
سْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ ہے اور تورات، انجیل اور قرآن
الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ تینوں کتابوں میں یکساں طور پر اس کا
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون
اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے۔ پس مومنو تمہیں اس سودے پر خوشیاں منانا چاہئے۔ کیونکہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔[2]

اس آیت میں ایمان والی زندگی کا عجیب و غریب فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ حقیقی ایمان پیدا ہونے کے بعد نہ جان اپنی رہ جاتی ہے اور نہ مال اس طرح پر کہ ہر ایک کا سودا ہو جاتا ہے اس کی قیمت طے ہو جاتی ہے اب مومن کو فقط اتنا کام باقی رہتا ہے کہ اسباب حوالے کر کے اس کی قیمت وصول کرے۔

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل است

یہ طرز تعبیر نفسیاتی لحاظ سے کس قدر دوررس نتائج کا حامل ہے؟ اور کیا کوئی قوم زندگی کے بارے میں ایسا نقطۂ حیات اپنانے کے باوجود ذلیل و خوار اور ہلاک ہو سکتی ہے؟

حقیقی ایمان ہجرت، جہاد اور نصرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے

اسی بنا پر مومن کے واسطے مندرجہ ذیل آیات میں ہجرت، جہاد اور نصرت کو لازمی قرار دیا گیا ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ حقیقی ایمان کا مدار ان پر موقوف ٹھہرایا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا جو لوگ ایمان لائے اللہ کی راہ میں اپنا
وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ گھربار چھوڑا۔ جہاد کیا۔ لوگوں کو
وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ پناہ دی اور ان کی مدد کی حقیقت
هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا[3] میں یہی سچے مومن ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ ایمان والے وہی لوگ ہیں جو
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے
ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا پھر شک میں نہیں پڑے اور اللہ کی
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ[4] جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ
وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں اپنا گھربار چھوڑا۔ اور جان و مال
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ سے جہاد کیا۔ ان کے لئے اللہ کے
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ نزدیک بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ[5] کامیاب ہونے والے ہیں۔

تینوں آیتوں میں بالترتیب "هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" "هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" اور "هُمُ الْفَآئِزُوْنَ" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ ہجرت جہاد اور نصرت کے بغیر نہ تو حقیقی ایمان کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی قوم کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

انہیں تینوں کے ذریعہ قومیں عروج اور بقا حاصل کرتی ہیں

اس سلسلہ میں اگر آپ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہر قوم اپنے عروج و بقار کے لئے انہیں تینوں کو کسی نہ کسی شکل میں اپناتی ہوئی نظر آئے گی۔

ہجرت۔ مقصد کی خاطر ترک و انقطاع کی کسوٹی پر پورا اترنا حتیٰ کہ گھربار چھوڑنے کی نوبت آجائے تو اس سے بھی دریغ نہ کرنا

نصرت۔ آپس میں ایک دوسرے کی ...... مدد کرنا اور مشکلات و مصائب کے وقت انہیں سنبھالے رکھنا یعنی زندگی کی تشکیل باہمی تعاون و تشارک اور ایثار و قربانی کی بنیادوں پر ہونا۔

جہاد۔ مقصد کے حصول کے لئے ہر قسم کی انتہائی جدوجہد کرنا، ہاتھ پاؤں سے اس کے لئے دوڑ دھوپ کی جائے زبان و قلم سے اس کی تبلیغ کی جائے، عقل و دماغ سے اس کے لئے تدبیریں سوچی جائیں۔ غرض تمام امکانی وسائل اس بارے میں صرف کئے جائیں۔ اور ہر مزاحمت کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے حتیٰ کہ جب جان کی بازی لگانے کا وقت آجائے۔ تو اس میں بھی کسی طرح کا دریغ نہ کیا جائے۔

ایں شربت عاشقی ست خسرو
بے خون جگر چشید نتوان

جہاد کا مفہوم قتال سے بہت زیادہ وسیع اور عام ہے بدقسمتی سے لوگوں نے اس کو قتال کا ہم معنی سمجھ لیا ہے۔ جس کی بنا پر چند در چند غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بالآخر مدافعانہ اور جارحانہ کی تقسیم پر مجبور ہوئے ہیں حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو یہ ایسی فطری حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم اس کی محتاج ہے اور اسی پر عمل کر کے وہ اپنے عروج و بقار کی منزلیں طے کرتی ہے۔

ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کی سب سے پہلی تقریر میں فرمایا تھا۔

"اے لوگو! غور سے سن لو دنیا کی جو قوم جہاد کرنا ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار اور رسوا کر دیتا ہے[6]"

مندرجہ ذیل آیت سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ
اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى میں قدم اٹھاؤ تو تمہارے پاؤں بوجھل ہو کر
الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ زمین پکڑ لیتے ہیں کیا تم آخرت کے مقابلہ
الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ میں دنیوی زندگی پر ریجھ گئے ہو حالانکہ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا دنیوی زندگی کی متاع تو اس کے مقابلہ
قَلِيْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ میں بہت تھوڑی ہے اگر اس راہ میں
عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا قدم نہ اٹھاؤ گے تو یاد رکھو کہ اللہ تمہیں دردناک
غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا عذاب میں مبتلا کر دیگا اور تمہاری جگہ کسی دوسری
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[7] قوم کو لا کھڑا کریگا اور پھر تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے

---

[1] فرانسیسی مصنف و مفکر موسیو لی بان نے اپنی کتاب نظام حالیہ میں تربیت کے مسئلہ پر نہایت قیمتی بحث کی ہے اور اس کو بقا اور ارتقا کے لئے مدار قرار دیا ہے "روح الاجتماع" میں بھی اس پر کافی بحث موجود ہے۔ یورپ کے انقلاب میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے وہ ذہنی تبدیلی اور اخلاقی تربیت ہے ۱۵۱۲ء میں پیراگیو نامی مصلح پیدا ہوا اور اس نے بہت کچھ اصلاح کی کوششیں کیں۔ ... میں انگلینڈ میں ہنری ہشتم کے زمانہ میں "اراسمس" نامی مصلح دین پیدا ہوا۔ پھر ۱۵۲۱ء میں "لوتھر" نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور اسے مستقل تحریک کی شکل دے دی۔ یہ واقعہ دنیا کے مسلمات میں سے ہے۔ کہ یورپ کی تمام ذہنی اور عملی ترقیوں کا دور مذہبی اصلاح سے شروع ہوا ہے۔ لوتھر اور کلیسا میں بنائے نزاع یہ تھی کہ حق کا معیار کیا ہے کتاب اللہ یا پوپ کا اجتہاد؟ اور اللہ کی کتاب پڑھنے اور سمجھنے کا حق ہے یا اس لئے ہے کہ سب کچھ پوپ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور نجات کا مدار ایمان پر ہے یا پوپ کی سند مغفرت پر۔ ... غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس نزاع میں پوپ اور کلیسا کی طرف سے لوتھر پر جو الزامات لگائے گئے تھے ان میں سب سے بڑا یہ الزام تھا کہ وہ اسلام کا پیرو ہو گیا ہے اور قرآن کے مطالعہ سے اس پر یہ گمراہی پیدا ہو گئی ہے۔ [illegible] چونکہ یورپ کے انقلاب میں اخلاقی تربیت کا باقاعدہ اور مسلسل پروگرام زیادہ دنوں نہ باقی رہ سکا تھا۔ اس لئے جلد مضر اثرات نمایاں ہونے لگے جس سے ایک طرف تو تقریباً تمام نو آبادیات میں تہلکہ مچ گیا۔ اور ترقیات کی اسکیموں میں ان کے مرہون منت ہونے کے باوجود عام لوگوں کو خود مختاری میں عافیت نظر آنے لگی اور دوسری طرف ردعمل کے طور پر "ایشیا" میں ایک دوسرے انقلاب کی ابتدا ہوئی۔ چونکہ یورپ کی پشت پناہی مذہب کر رہا تھا۔ اور اس حقیقت کو انقلاب روس کے خالقوں نے نہایت باریک بینی سے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے نئے دور کے آغاز میں مذہب سے بے توجہی برتتے ہوئے ان لوگوں نے دوسری راہوں سے ذہنی اور اخلاقی تبدیلیاں کیں، اور کسی حد تک انقلاب کو کامیاب بنایا۔ لیکن اس میں کمال یہ دکھلایا کہ اشتراکیت کو مذہب بنا کر پیش کیا جس کی بنا پر لوگوں نے مذہب کی طرح نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ [illegible]

[2] ... اس شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ بغیر مال دیکھے ہوئے اس کا سودا کیسے ہوگی۔ کیونکہ ایک مدت تک نسل انسانی کے باپ حضرت آدمؑ کو ٹریننگ کے لئے ... میں رکھا گیا تھا۔ اور معراج میں رسول اللہؐ کو بحیثیت کمپنی کے ڈائریکٹر کے دکھا ... [illegible] ... مال کا دکھنا گویا سب کا دکھنا ہے ۱۲

حقیقتِ موت و حیات

(قسط نمبر ۲)

مؤلفہ جناب عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے۔ بی ٹی
پرنسپل اسلامیہ کالج شیخوپورہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

انسان مصیبتوں میں گرفتار رہتا ہے

آدمی ابتداء سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے۔ اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا ہے۔ کبھی رنج میں۔ کبھی فکر میں۔ شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام خرخشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ آدمؑ اور اولادِ آدمؑ کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے۔ انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہوں سے گزرتا ہے۔ اس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اس میں عجز و درماندگی پیدا ہوتی۔ اور اپنے آپ کو قضاء و قدر کے حکم کا پابند سمجھ کر مطیع امر و تابع رضا ہوتا۔ اور ہر وقت اپنی حاجت اور ضرورت کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ تو گویا وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو اس پر قابو پا سکے۔ اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔ جس مال و دولت پر گھمنڈ کر کے یہ آخرت کی طرف سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

انسان خسارہ میں ہے

قسم ہے زمانہ کی۔ بے شک انسان ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے۔ مگر وہ لوگ اس نقصان سے بچ گئے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور آپس میں اتباعِ حق کی وصیت کرتے رہے۔ اور آنے والی مصیبتوں میں صبر کی تلقین کرتے رہے۔

روزِ روشن کی طرح زمانہ کی شہادت موجود ہے۔ کہ جس قدر قومیں پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر آئیں۔ سب کی سب خسارہ میں رہیں۔ ہاں وہ قومیں اس خسارہ سے محفوظ رہیں جو سورۂ عصر کے بیان کردہ چار اصولوں کی پابند رہیں۔

جن لوگوں نے آل اندیشی سے کام نہ لیا۔ اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض فانی لذتوں میں وقت گزار دیا۔ وہ آخرکار ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو گئے۔ آدمی کو چاہئے۔ کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمرِ عزیز کے لمحات کو دینی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوا ئے۔ جو اوقات تحصیلِ شرف و مجد اور اکتسابِ فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں خصوصاً وہ گرانمایہ اوقات جن میں آفتابِ رسالت اپنی انتہائی نور افشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے۔ اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے گئے۔ تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمرِ فانی کی باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جد و جہد کرتے ہیں۔ خسارہ سے بچنے کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱) خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے۔ اور اُن کی ہدایت اور وعدوں پر (خواہ دُنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے) پورا یقین رکھے۔ (۲) اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے۔ بلکہ جوارح میں بھی ظاہر ہو۔ اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمانِ قلبی کی آئینہ ہو۔ (۳) محض اپنی انفرادی اصلاح پر قناعت نہ کرے۔ بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ (۴) ہر ایک دوسرے کو یہ نصیحت و وصیت کرے۔ کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں۔ پورے صبر و استقامت سے اُن کو برداشت کیا جائے۔ قدم نیکی کے راستہ سے ہرگز ڈگمگانے نہ پائے۔

انسان دل کا کچا ہے۔ بے صبرا ہے

انسان کسی طرف پختگی اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر و فاقہ۔ بیماری اور سختی آئے۔ تو بے صبر ہو کر گھبرا اُٹھتا ہے۔ بلکہ مایوس ہو جاتا ہے۔ گویا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی۔ اگر مال و دولت۔ تندرستی اور فراخی ملے۔ تو نیکی کرنے اور مالکِ حقیقی کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ انسان دل کا کچا ہے۔ جب اُس کو کوئی تکلیف پہنچے۔ تو بیقرار ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کو مال ملے۔ تو تنگ دل ہو جاتا ہے۔ استعمال سے نہ گھٹنے والی چیزوں کے عطا کرنے سے بھی دریغ کرتا ہے۔

آدمی بودا اور تھڑدلا اتنا ہے۔ کہ اگر خدا چند روز عیش میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے۔ اور ناامید ہو کر آس توڑ بیٹھتا ہے۔ گزشتہ انعامات کے بارے میں ناشکری اور آئندہ کے متعلق مایوسی۔ انسان کا عجیب حال ہے۔ جیسے خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے۔ تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش و آرام ملے۔ اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت و اعراض بڑھتا جاتا ہے۔ اور فرائضِ بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے۔ پھر جب سخت اور بُرا وقت آتا ہے۔ تو ایک دم آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا۔ کبھی غفلت کی بنا پر اور کبھی مایوسی کی وجہ سے۔ مصیبت کے وقت، خدا کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دُعائیں مانگنے لگتا ہے۔ شرم نہیں آتی کہ اب کس منہ سے پکارتا ہے۔ اس کو نہ سختی میں صبر ہے اور نہ نرمی میں شکر۔ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انعام و احسان فرمائے۔ تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔ پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی تو سب نعمتیں بھول جاتا ہے۔

انسان جلد باز ہے

آدمی بُرائی کو اس طرح مانگتا ہے۔ جیسے کہ بھلائی کو۔ انسان بڑا جلد باز ہے۔ آدمی اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے۔ بدی کے دُور رس نتائج پر غور نہیں کرتا۔ بس جو بات کسی وقت وقوع میں آئی۔ فوراً کہہ ڈالی۔ یا ایکدم کر گزرا۔ جدھر قدم اُٹھ گیا۔ اُدھر بے سوچے سمجھے بڑھتا چلا گیا۔ اگر جلد بازی چھوڑ کر متانت۔ تدبّر اور انجام بینی سے کام لے۔ تو کبھی ایسی غلطیاں نہ کرے۔ بعض بے وقوف غصہ سے جھنجلا کر اپنے حق میں یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بے سوچے سمجھے بد دعا کر بیٹھتے ہیں۔ بعض نفع عاجل کی طرف بے سوچے سمجھے دوڑتے ہیں۔

دشمن انسان

شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ اس نے لوگوں کو بہکانے کے لئے خدا سے قیامت تک مہلت مانگی تھی۔ جو مل گئی۔ اس کے بعد وہ جوشِ انتقام میں یوں گویا ہوا۔ کہ اے خدا! میں لوگوں کو دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشات نفسانی کے جال میں پھنساؤں گا۔ اور تیرے مخصوص اور منتخب بندوں کے سوا سب کو راہِ حق سے ہٹا کر رہوں گا۔ مطلب یہ تھا۔ کہ اے خدا۔ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ لیکن جن کی وجہ سے میں دُور پھینکا گیا ہوں۔ اپنی قدرت اور بساط کے موافق اُن کی نسلوں تک سے بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ بندگی اور اخلاص کی سیدھی راہ ہے جو میرے تک پہنچتی ہے۔ جو بندے عبودیت اور اخلاص کی راہ اختیار کرینگے۔ وہی شیطان لعین کے پنجہ سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو ملعون کی پیروی کرینگے۔ وہ اُس کے ہمراہ دوزخ میں جلینگے۔ حدیث میں ہے۔ کہ شیطان انسان کے رگ و ریشہ میں اس طرح گھس جاتا ہے۔ جس طرح کہ خون انسان کے بدن میں دَورہ کرتا ہے۔ اللھم احفظنا من شرور ابلیس۔

خصوصیاتِ عباد الرحمٰن

نیک لوگ اللہ کے راستے میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھا کر بھی اُس کی فرمانبرداری پر جمے رہتے ہیں۔ اور معصیت سے رُکے رہتے ہیں۔ زبان کے۔ دل کے۔ نیت کے۔ معاملہ کے سچے ہیں۔ پوری تسلیم و انقیاد کے ساتھ خدا کے احکام بجالاتے ہیں۔ خدا کی دی ہُوئی دولت کو اس کے بتلائے ہُوئے مواقع میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پچھلی رات میں اُٹھ کر جو طمانیت اور اجابت کا وقت ہوتا ہے۔ اپنے رب سے گناہ اور تقصیرات معاف کراتے ہیں۔ اکثر رات عبادت میں گزارتے ہیں اور سحر کے وقت استغفار پڑھتے ہیں۔ کہ خداوندا عبادت میں جو تقصیر رہ گئی ہے۔ اپنے فضل سے معاف فرمادے۔

اعمال کا ریکارڈ

اللہ تعالےٰ نے ہر ایک انسان کے ساتھ کراماً کاتبین مقرر کئے ہُوئے ہیں۔ جو نہ خیانت کرتے ہیں۔ نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں۔ نہ اُن سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں۔ جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جاتے ہیں۔ تو کیا یہ سب دفتر یونہی بیکار چھوڑ دیا جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اُس کے آگے آئینگے۔ اور اُس کا اچھا بُرا پھل چکھنا پڑیگا۔ آدمی کو وہی ملتا ہے۔ جو اُس نے کمایا۔ آدمی کوشش کر کے جو کماتا ہے۔ وہی اُس کا ہے۔ کسی دوسرے کی نیکیاں لے اُڑے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ باقی کوئی خود اپنی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو دا کردے۔ اور اللہ اُس کو منظور کرلے۔ یہ الگ بات ہے۔

بہت مرتبہ آدمی بیوی بچّوں کی محبّت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی بُرائیاں کرتا ہے۔ اور کتنی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضاجوئی اُسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتیں۔ اس چکّر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ایسے اہل و عیال دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اس کے آگے آئینگے۔ میدانِ حشر میں اُن کے عمل دکھلائے جائینگے۔ تاکہ بدکاروں کو رسوائی اور نیکوکاروں کو سُرخروئی حاصل ہو۔ یا ممکن ہے کہ اعمال کے دکھلانے سے اُن کے ثمرات و نتایج کا دکھلانا مقصود ہو۔ ہر ایک کا ذرہ برابر عمل بھلا ہو یا بُرا۔ اس کے سامنے ہوگا۔ اور حق تعالےٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائینگے۔ وہ بھی آنکھوں سے نظر آجائیگا۔ قیامت کے روز نامۂ اعمال انسان کے ہاتھ میں دے دیا جائیگا۔ کہ خود پڑھ کر فیصلہ کرے۔ جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں۔ یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کریگا۔ کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔ وہ وقت بھی آنے والا ہے۔ جب مُردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائینگے۔ اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہُوئی ہیں۔ سب کھول کر رکھ دی جائینگی۔ اُس وقت دیکھیں گے۔ کہ یہ مال کہاں تک کام دیگا۔ اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جاسکینگے۔ اگر یہ بدبخت اس بات کو بھی سمجھ لیتے۔ تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی ۔۔۔ں نہ کرتے۔ مال و اولاد کی کثرت اور دُنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے۔ نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے۔ کہ جس طرح بن پڑے۔ مال و دولت کی بہتات ہو۔ اور میرا کنبہ اور جتھا سب کنبوں اور جتھوں پر غالب رہے۔ یہ غفلت کا پردہ نہیں اُٹھتا۔ یہاں تک موت آجاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہُوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد سب سامان ہیچ بلکہ وبالِ جان بن جاتے ہیں۔ جس کے اعمال وزنی ہونگے۔ وہ اس روز خاطر خواہ عیش و آرام میں ہوگا۔ اور اعمال کا وزن اخلاص و ایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو۔ مگر اخلاص کی رُوح نہ ہو۔ وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔

مقصد تخلیق انسان

جنّ اور انسان خُدا کی بندگی کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کے پیدا کرنے سے شرعًا بندگی مطلوب ہے۔ اس لئے ان میں خِلقتہً ایسی استعداد رکھی ہے۔ کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں۔ یوں ارادۂ کونیّہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز خدا کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئیگا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیقِ عالم کی اس غرضِ شرعی کو پورا کرینگے۔ انسان کی بڑی شقاوت اور بدبختی یہ ہے۔ کہ لقاء اللہ سے انکار کرے۔ اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد کو جھوٹ سمجھے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پہ کھڑی ہو۔ تب بے فائدہ کفِ افسوس ملتا رہ جائے۔ کہ ہائے میں نے اپنی دنیاوی زندگی میں یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی ناقابلِ تلافی کوتاہی کی۔

سو تم کیا خیال رکھتے ہو۔ کیا ہم نے تم کو کھیلنے کے لئے پیدا کیا؟ اور کیا تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤگے؟ دُنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو۔ تو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشا اور بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالےٰ کی جناب اس بات سے بہت بلند ہے۔ کہ اس کی نسبت ایسا رکیک خیال کیا جائے۔ جب وہ بالاتر و برتر۔ شہنشاہ اور مالکِ مطلق ہے۔ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ وفاداروں اور مجرموں کو یوں کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دے۔ وہاں حساب ہو کر جرم کی مقدار کے موافق سزا دی جائیگی۔ آدمی کا بنانا اس غرض سے تھا۔ کہ اس کو احکام کا مکلّف اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے۔ اور دیکھا جائے۔ کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے۔ اسی لئے اس کو سُننے۔ دیکھنے اور سمجھنے کی وہ قوتیں دی گئیں جن پر تکلیفِ شرعی کا مدار ہے۔ اوّلاً اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے پھر دلائلِ عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سجھائی جس کا مقتضےٰ یہ تھا۔ کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے۔ لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا۔ اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی ہے۔ موت و حیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کی جائے۔ کہ کون بُرے کام کرتا ہے اور کون اچھے۔ اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلایا گیا۔ فرض کرو۔ اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا۔ اور موت نہ آتی۔ تو لوگ مبدأ اور منتہیٰ سے غافل اور بے فکر ہو کر چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کئے جاتے۔ اور دوبارہ زندہ نہ کئے جاتے۔ تو بھلے بُرے کا بدلہ کہاں ملتا۔

وقوعِ قیامت

قیامت ضرور آئیگی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دُنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ۔ کہ ہمیشہ اسی طرح رہیگی۔ اور یہاں آرام سے ہو۔ تو وہاں بھی آرام کروگے۔ نیز اس دغاباز شیطان کے اغوا سے ہوشیار رہو۔ جو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے۔ میاں۔ اللہ غفور رّحیم ہے۔ خوب گناہ سمیٹو۔ مزے اُڑاؤ۔ بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کرلینا۔ اللہ سب بخش دیگا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنّت لکھ دی ہے۔ تو گناہ کتنے ہی ہوں۔ ضرور پہنچ کر رہوگے۔ اور دوزخ لکھی ہے۔ تو کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ پھر کاہے کے لئے دنیا کے مزے چھوڑو۔

کسی نیکوکار ایماندار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالےٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا۔ بلکہ اُسے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دینِ فطرت کے اصول اور جزا و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے۔ ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے۔ کہ دُنیا کو یونہی بے سر و پا کارخانہ فرض کرلیا جائے۔ جس پر نہ کسی کی حکومت ہو۔ نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو۔ نہ کسی بھلے بُرے پر کوئی گرفت کرسکے۔ اُس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں۔ تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔

دُنیا میں مسکین یا مسافر کی طرح رہو۔ اگر شام ہو تو صبح کی امید نہ رکھو۔ صحت میں بیماری کا سامان کرو اور زندگی میں موت کا۔

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا محمد علی صاحب خطیب سنہری مسجد لاہور

مسئلہ مساوات کی تحقیق و تفصیل

مساوات

عالم کے تمام اجزا پر نظر ڈالنے سے خواہ وہ افراد ہوں یا اصناف۔ انواع ہوں یا اجناس صاف واضح ہے کہ ان کے نظام کا محور اشتراک و انفراد۔ اجتماع و افتراق تماثل و تمایز ہے۔ عالم بجمیع اجزائیہ وجود میں مشترک ہے موجودات میں وصفِ حیوٰۃ سے تفریق شروع ہوتی ہے اور یہیں سے احکام و معاملات میں بھی تفریق کی بنیاد پڑتی ہے۔

موجودات غیر ذی حیات میں جمادات و نباتات، اشجار و احجار، در و دیوار، کوہ و کہسار سب شامل ہیں موجودات ذی حیات میں پھر ایک کلی تقسیم ہوگی۔ ایک جزو وہ ہے جو احکامِ خداوندی کا مکلف بنایا گیا ہے جن سے احکام شرع کا تعلق ہے۔ جن کے اقوال و افعال حالات و معاملات۔ قانون و مذہب و شرع میں جکڑ دیئے گئے ہیں اور یہ حصہ ذوی العقول کا ہے۔

دوسرا جزو وہ ہے۔ جو غیر ذوی العقول کہلاتے ہیں اور مکلف و مخاطب احکامِ الٰہی نہیں ہیں۔ اس جزو کے اندر گو ہزارہا انواع و اقسام داخل ہیں۔ جن کا احاطہ دشوار ہے۔ بری، بحری۔ طیور و سباع۔ وبہائم و حشرات الارض وغیرہ۔ مگر کلی طور پر ہم اس کو بھی دو حصہ پر منقسم کرتے ہیں۔ ایک موذی مثل سباع طیور و بہائم۔ اس میں شیر، چیتا، سانپ، بچھو وغیرہ داخل ہوگئے۔ دوسرا غیر موذی۔

غیر موذی کی بھی ہم کلی تقسیم کرکے اس کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔ ایک وہ جس کا کام لانا انسان کے لئے جائز، حلال، مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ جن کا کسی طرح سے بھی ہو استعمال ناجائز و حرام ہے۔

جزو مکلف بالاحکام بھی دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک انسان جو جسم کثیف ارضی ہے۔ دوسرا جن جو جسم لطیف ناری قادر علی التشکل بالاشکال المختلفہ ہے۔

وصف وجود میں سارا عالم شریک تھا۔ اور یہاں تک حقوق و استحقاق کا تعلق نہ تھا۔ وصفِ حیوٰۃ [illegible] ان میں تفریق پیدا کر دی۔ مساواتِ وجودی کے احکام بدل دیئے۔ حقوق کے تعلق قائم کر دیئے۔ تمام موجودات پر جزو مکلف کا حق تفوق قائم کر دیا عالم کو بجمیع اجزائیہ اس جزو کے لئے کارآمد بنایا گیا۔ خداوند عالم نے ایک عام فرمان کے ذریعہ سے ہم کو اس عظیم الشان احسان سے ان الفاظ میں مطلع فرما دیا۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ "ترجمہ" زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا۔" اشتراک وجودی کا نفع تو صرف اتنا ہے کہ موجودات میں سے ایک موجود دوسرے موجود کے کارآمد ہو۔ لیکن چونکہ احکام کا تعلق حیوٰۃ سے ہے اس لئے کسی کا دوسرے پر حق نہیں ہے۔

حیوٰۃ کی تفریق نے اول تو یہ امتیاز قائم کیا کہ غیر ذی حیات اس جزو کا خادم و تابع ہوا۔ جو ذی حیات ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ غیر ذی حیوٰۃ تمام افراد ذی حیات کے لئے کارآمد ہے۔ حیوانات طیور، دواب سب انہیں اجزا سے فائدہ اٹھاتے ہیں پانی پیتے ہیں۔ گھاس، درختوں کے پتے میوے پھل غلہ کھاتے ہیں۔ درختوں کے سایہ میں، پہاڑوں کی غاروں میں زمین کی کھوؤں میں آرام کرتے اور پناہ لیتے، سردی گرمی سے محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن وصفِ حیات کے اشتراک نے افراد ذی حیات میں ایک اور علاقہ بھی قائم کر دیا۔ باوجود اس کے کہ حصہ مکلف کو اس حصہ پر فوقیت دی گئی۔ جس میں فقط حیات ہے۔ مکلف نہیں ہے کہ وہ اس کا خادم و تابع بنایا گیا اور اسی کے منافع کے لئے پیدا کیا گیا۔ مگر تاہم وصفِ حیات کی رعایت اس جزو کے ذمے بھی کی گئی ذی حیات میں جو حصہ غیر موذی ہے۔ اور انسان کو اس کی پرورش و استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسے اونٹ، بیل، بکری، مرغی وغیرہ اس کی رعایت تو اس درجہ تک ہے کہ اس کے چارہ دانہ میں کمی کرنے سے یا برداشت سے زیادہ خدمت لینے بوجھ لادنے، سوار ہوتے ہیں قابلِ مواخذہ ہو جاتا ہے رہا وہ حصہ جو خود انسان کا دشمن اور اس کی بنیاد کو گرانے والا ہے۔ باوجود اس کو قتل کر ڈالنے کی اجازت کے، اس ممانعت ہے کہ ترسا ترسا کر یا تکلیف پہنچا کر مارا جائے یہ کیوں، صرف اس لئے کہ اشتراکِ حیاتی کا اقتضا یہ ہے اور تفریق دیگر اوصاف کا اقتضاء دیگر۔ یہ اشتراک و انفراد اسی طرح ترقی کرتا ہوا انس و جن پر منتہی ہوا۔ جن و انس موجود بھی ہیں۔ ذی حیات بھی ہیں۔ ذی العقول بھی ہیں۔ مکلف بتکالیف شرعیہ و مخاطب بالخطابات الالٰہیہ بھی ہیں۔ اور باوجود ان اشتراک کے ان میں انفراد و امتیاز بھی ہے۔ جن مرکب ہے اجزاء ناری سے اور اسی وجہ سے وہ لطیف ہے۔ اس کو قدرت دی گئی ہے کہ اشکال مختلفہ میں متشکل ہو سکے۔ انسان کثیف ہے اجزاء ارضیہ سے اس کی ترکیب ہے لیکن [illegible] اس وجہ سے کہ اجزائے ارضی سے بنایا گیا ہے تواضع، فروتنی تذلل و انقیاد اس کے خمیر میں داخل اور عبدیت و انکسار اس کی اصل فطرت میں مستقر ہے۔ جن پر جس کے اندر بوجہ اجزاء ناری علو و استکبار خلقی ہے۔ تفوق و امتیاز دیا گیا۔ بوجہ اشتراکات کثیرہ متنوعہ کے جن و انس میں حقوق کا موثق بحکم تعلق قائم کر دیا جن کے حقوق انس پر ہیں۔ اور انسان کے جنات پر اور بوجہ ان اوصاف مخصوصہ کے جو انسان میں ہیں۔ اس کو جنات پر صورتاً سیرتاً حکماً تفوق و امتیاز دیا گیا۔

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم

ہم نے انسان کو اچھے پیمانہ (صورت) پر پیدا کیا۔

اس سے تو جسم انسانی کا تمام اجسام سے خواہ وہ لطیف ہوں یا کثیف احسن ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اسی سے اس کے اخلاق باطنی کی فوقیت و امتیاز کا نشان بھی ملتا ہے۔ ارشاد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خلق الله آدم على صورته

اللہ تعالٰی نے آدمؑ کو اپنی صورت و مثال پر ان کی صلاحیت پر جو نوع انسانی کے لئے مناسب تھی پیدا کیا۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مظہر تمام صفات کمالیہ خداوند عالم کا ہے۔ مخلوقات کا کوئی دوسرا فرد خواہ لطیف ہو یا کثیف، نوری ہو یا ناری اسی درجہ کا مظہر تام نہیں ہے۔

اور اسی حدیث سے بنیۂ انسان کی باعتبار تقویم و اعتدال اجزاء صوری احسن و اجمل و برتر ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو خلعت خلافت خداوندی عطا ہونے کی طرف بھی ارشاد خداوندی

انی جاعل في الارض خليفه

میں زمین پر اپنا ایک جانشین بنانے والا ہوں۔

کے فرمان واجب الاذعان نے اس کی تفوق و برتری پر مہر لگا دی۔ اور اب کسی کو دعویٰ ہمسری و استحقاق تقدم و تفوق اس پر نہ رہا۔ اور اس طرح اشتراک و انفراد و مساوات و امتیاز کا سلسلہ موجودات سے چل کر ایک صنف کو دوسری پر فوقیت دیتا ہوا انسان پر منتہی ہوا۔ اور انسان کے افراد میں پھر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ہماری اصلی غرض مساوات و حریت کے مسئلہ کا تعلق چونکہ افراد انسانی سے ہی ہے۔ اس لئے ہم اسی کی تفصیل شروع کرتے ہیں۔

تمام افراد انسانی خواہ کسی ملک اور کسی رنگت کے ہوں۔ رومی حبشی ترکی۔ تاتاری۔ یورپی۔ ایشیائی افریقی امریکی سب ایک نسل سے ہیں۔ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اس انشعاب و تفریق پر اس مباینت رسوم و عادات پر سب کے سب ایک مبداء پر جا کر مل جاتے ہیں۔ لیکن یہ اشتراک ہے جس سے بڑھ کر اور کیا اشتراک ہو سکتا ہے۔

ان میں افتراق و تقسیم کا سلسلہ جاری ہے اور اسی سے احکام میں بھی تفریق ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ خداوند عالم نے آدمؑ کے اشتراک و افتراق تجانس و تمایز کو آیۂ ذیل میں ارشاد فرمایا ہے۔

يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر و انثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تم کو قبیلوں اور

(باقی صفحہ ۹ پر)

دین و دُنیا کی فلاحِ تلاوتِ قرآن میں

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن مفیم شاہ عالمی گیٹ لاہور)

نمبر (۲)

اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہی نہیں کہ آپ اس لایزال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے ہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑیگی ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھایا ہے۔ اگر آپ اپنے بچے کو دین داری اور صلاحیت سکھائیں گے تو اپنی جواب دہی سے سبکدوش ہو سکیں گے اور جب تک وہ زندہ رہیگا اور نیک اعمال کرے گا آپ کے لیئے دعا و استغفار کریگا اور آپ کیلئے رفع درجات کا سبب بنیگا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے اگر آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا بلکہ جس قدر بدعنوانیاں فسق و فجور اور بیہودہ گوئیاں اس سے سرزد ہونگی آپکا نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیگا۔ اس پر مجھے اپنا ایک چشم دید واقعہ یاد آگیا۔ گزشتہ رمضان المبارک میں افطاری کے لئے (سیشن) منڈی لاہور کے سامنے کچھ کھجوریں لینے کے لئے گیا۔ دکان پر جاکر کھڑا ہی ہوا تھا کہ دو جنٹلمین بوٹ سوٹ پہنے اور ٹائی ہیٹ لگائے آئے اور آتے ہی بغیر پوچھے ایک ایک کھجور دونوں نے منہ میں ڈال کر پوچھا کھجوریں کیا بھاؤ ہیں۔ مالک نے کہا میاں ذرا شرم کرو رمضان شریف کا مہینہ ہے اس طرح شارع عام میں تو نہ کھاؤ آخر تم بھی مسلمان ہو تم کو بھی روزے رکھنے چاہئیں۔ جواب ملا کہ دیکھو ملا اس مت کرو شرم کی جگہ ہم نے پتلون پہن رکھی ہے، روزے وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو تم جانتے نہیں کہ ہم کون ہیں؟۔ اس پر مجھے بھی غصہ آگیا اور میں نے ان بکواسیوں سے کہا کہ ہاں جناب میں آپ کو جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں۔ سنیئے اور آپ میری طرف دیکھئے کہ آپ کی ابتدا تو ایک ناپاک قطرہ ہے۔ اور انتہا کیڑے مکوڑوں کی خوراک۔ تو پھر آپ کس بات پر اکڑفوں دکھاتے پھرتے ہیں قصور آپ کا ہے کیوں خواہ مخواہ اس غریب پر رعب جماتے ہو۔ جائیے اپنی راہ لیجئے۔

خیال فرمایئے کہ اگر ان کو قرآن کی تعلیم اور دین کا کچھ تھوڑا بہت بھی علم ہوتا تو بغیر اجازت کسی کی چیز اٹھانا حرام سمجھتے۔ رمضان شریف میں شارع عام پر کھانے کو گناہ تصور کرتے اور رمضان شریف کے روزے جو فرض عین ہیں ضرور بالضرور رکھتے۔ مگر ماں باپ نے ان کو تعلیم ہی اس قسم کی دلائی ہے کہ جہاں دین کا نام و نشان بھی نہیں قصور دراصل والدین کا ہے کہ بی۔ اے اور ایم۔ اے تو کرا دیا مگر دین سے بالکل کورا ہی رکھا۔ قیامت کے روز یہی اولاد جس کی تعلیم پر ہزاروں روپیہ پانی کی طرح بہایا تھا ان پر لعنت بھیجے گی اور باری تعالیٰ سے کہیگی کہ اے خدا تو ان کو دوگنا عذاب دے کہ انہوں نے ہمیں دین کی تعلیم سے بے بہرہ رکھا۔ نہ تیرا قرآن پڑھایا اور نہ نماز سکھلائی ہمارا اس میں کیا قصور۔

خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں۔ یہ دنیائی عیش و عشرت چند روزہ ہے۔ آخر موت ایک نہ ایک دن ان سب چیزوں کا خاتمہ کرہی دے گی۔ ایسی اولاد سے کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد وہ تمہیں کچھ پڑھ پڑھا کر بخش دلے گی ایں خیال است و محال است۔ جو اپنے لئے وہاں کے واسطے کچھ توشہ جمع نہیں کر سکتے وہ دوسروں کو کیا خاک ثواب پہنچا ئینگے۔ جب وہ حدیثیں میری نظر سے گذریں جن کا بیان پہلی قسط میں آچکا ہے، اور ان کے ثواب پر جو غور کیا تو مصمم ارادہ کر لیا کہ پہلے اپنے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دلاؤں گا۔ الحمدللہ ایک بچہ حافظ قرآن ہو گیا ہے اور باقی بھی قرآن ہی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ خدا مجھے اور ان سب کو استقامت بخشے ؎

دے عمل یارب مجھے قرآن پر
رکھ مجھے تو اس کا تابع سر بسر
اپنا اور اپنے رسول پاک کا
حکم بردار اے خدا مجھ کو بنا
اور اپنا ذکر سننے کے لئے
کان میرے دل کے یارب کھول دے
آمین ثم آمین

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ، اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلام پاک محفوظ ہو۔ جو لوگ حفظ قرآن کو فضول اور تضیع اوقات بتلاتے ہیں۔ وہ خدارا ان فضائل پر بھی غور فرمالیں کہ یہی ایک ایسی فضیلت ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظ قرآن پہ جان دیدینا چاہیئے۔ اسلئے کہ کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جنکی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہوا ہو پھر یہ ارشاد کیا کچھ کم ہے کہ حفاظ لوگ اللہ کے سایہ کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے قرآن کو پڑھا اور پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام تو حق تعالیٰ شانہ، اس کو جنت میں داخل فرمینگے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائینگے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو حفاظ کی شفاعت سے اُن مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جنکے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری ہو گیا تھا۔ لہٰذا جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم کسی اپنے قریبی رشتہ دار کو ہی حفظ کرادیں کہ اس کے طفیل سے ہی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل کیا۔ راتوں کو نمازوں میں تلاوت کی اس کی مثال ایک مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اسکی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے اور اگر حافظ سو جائے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اسکی برکات سے محروم رہے لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے ؎

دل شگفتہ ہو میرا قرآن سے
نور ملے مجھکو مرا قرآن سے
کردے قرآن رنج و غم سے مجکو دور
بخشے میرے دل کو راحت اور سرور

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ منزل ویران گھر کے ہے جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے اس پر شیاطین کا زیادہ تسلط ہوتا ہے اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید آئی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد فرمایا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔ جس گھر میں کلام پاک پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں۔ اس میں خیر و برکت ہو جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی۔ اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے۔ ملائکہ اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ شیاطین اس گھر میں گھس جاتے ہیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے۔ اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے۔ اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔ جب روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے آخیر میں ہے تو پھر تلاوت کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اول ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملینگی اور جس نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں۔ اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کیلئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کیلئے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھکر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے کہ دیکھکر پڑھنے میں غلطی ہونے سے امن رہتا ہے۔ قرآن پاک پہ نظر ہوتی

(باقی صفحہ

بچوں کا صفحہ

رحمۃ اللعالمین

(از جناب محمد وحید صاحب اسد)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ لوگ نماز کے بعد بھی اٹھنا نہیں چاہتے۔ حضور اکرمؐ خود ہی اپنی قیامگاہ کی طرف اُٹھ کر چلے گئے۔ جب آپ نے اچھی طرح اندازہ کر لیا کہ لوگوں کی آنکھیں گھِنا گئیں اور سناٹا ہوگیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس مقام پر تشریف لائے۔ جہاں عشاء کی نماز پڑھائی تھی اور تنہا نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میں تاک میں تھا جھٹ کر آیا اور نیت باندھ کر حضور کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ میرے داہنے جانب کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ابن مسعودؓ بھی (جو غالباً اسی لشکر میں کہیں چھپے بیٹھے تھے) وہاں پہنچے اور چاہا کہ کھڑے ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے بائیں جانب کھڑے ہو جائیں۔

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم دونوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی آیت کو دہرانا شروع کیا۔ کہ صبح کا سپیدہ طلوع ہوگیا اور لوگوں کے ساتھ آپ نے نمازِ فجر ادا کی۔ میں اور ابن مسعودؓ اس کے بعد جب آپس میں ملے تو میں نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ حضورؐ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ رات آپ کیا شغل فرما رہے تھے۔ عبداللہ ابنِ مسعودؓ نے ہاتھ ملا کر کہا، نا بھائی میں کوئی بات حضورؐ سے خود نہیں عرض کر سکتا۔ جبتک آپ ہی اس کے متعلق کچھ نہ فرمائیں۔ تب میں نے خود جرأت کی اور دل مضبوط کر کے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور بڑے مزے سے تمہید اٹھاتے ہوئے عرض کی۔

"آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ نے ایک ہی آیت کے ساتھ نماز پڑھی۔ حالانکہ آپ کو پورا قرآن یاد ہے"

اس کے بعد فرماتے ہیں اور کتنے معصومانہ لہجے میں فرماتے ہیں۔

"اگر ہم میں سے کوئی اور یہ کرتا تو ہم اس سے بگڑ جاتے"

اس کے جواب میں رسول کریمؐ نے جو کچھ فرمایا خدا جانے کتنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے کافی ہے۔ ارشاد ہوا:-

"اپنی اُمّت کے لئے گڑگڑا رہا تھا۔"

حضرت ابوذرؓ کی زبان کھل چکی تھی، اب کیا رُکتی۔ سوال آگے بڑھا پوچھنے لگے۔

"تو پھر آپ کو کیا جواب ملا؟ اور حق تعالیٰ نے کیا فرمایا"

گناہگاروں کے شفیع آقائے کریم گستر نے اس کے جواب میں فرمایا :-

"مجھے وہ جواب ملا کہ اگر اس کی بھنک بھی لوگوں کو مل جائے تو لوگ نمازیں چھوڑ بیٹھیں۔"

ابوذرؓ اس وقت دوسرے حال میں تھے جوش سے سینہ معمور تھا۔ عالم مستی میں بولے۔

"تو کیا دُنیا کو یہ بشارت سُنا دی جائے"

رحمۃ اللعالمینؐ کا سمندر بھی اپنی انتہائی موج اور چڑھاؤ پر تھا۔ ارشاد ہوا بلا! کیوں نہیں!

ابوذرؓ اُٹھے اور اس مژدے کے اعلانِ عام کے لئے چل پڑے۔ خود ہی فرماتے ہیں کہ جا ہی رہا تھا کہ اتنے میں جناب عمر فاروقؓ دربار رسالت میں عرض کرنے لگے

"اگر لوگوں کے پاس یہ بشارت بھیجی جائے گی۔ تو وہ عبادت سے رو گرداں ہو جائیں گے"

اس پر جناب نبیؐ کریم نے حضرت ابوذرؓ کو آواز دی کہ "واپس ہو جاؤ" وہ واپس ہو گئے۔ حضرت ابوذرؓ نے اس قصّہ کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ وہ آیت جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر تکرار فرماتے رہے وہ یہ تھی :-

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ
عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ
فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ

ترجمہ:-

اگر آپ انہیں سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر بخش دیں گے۔ تو آپ سب پر غالب ہیں (کون آپ سے پوچھنے والا ہے) اور حکمت والے ہیں۔"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

ہفتہ وار خبریں

بدل اشتراک
سالانہ .... گیارہ روپے
ششماہی .... چھ روپے
فی پرچہ .... چار آنے
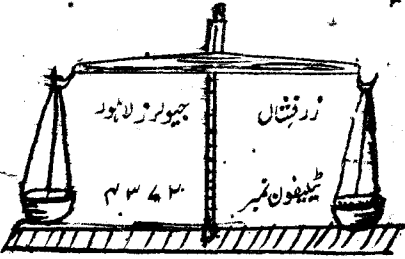
—— کراچی ۔ ۲۲ جنوری ۔ وزیر داخلہ پاکستان مولوی فضل الحق صاحب نے دستوریہ میں اعلان کیا کہ دنیا کی کوئی طاقت آئین کی منظوری میں حائل نہیں ہو سکتی ۔ انہوں نے مزید کہا کہ عوامی لیگ تخریبی مقاصد کے تحت آئینی بل کی مخالفت کر رہی ہے ۔

—— ڈھاکہ ۔ ۲۳ جنوری ۔ مشرقی پاکستان کی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس مولوی تمیزالدین خاں کی صدارت میں ہوا جس میں مسودہ آئین کی مخالفت کی گئی اور کہا گیا کہ یہ غیر جمہوری اور غیر اسلامی ہے ۔

—— ڈھاکہ ۔ ۲۴ جنوری ۔ امریکی سفیر مقیم پاکستان مسٹر ہلڈرتھ نے ایک نشری تقریر میں کہا کہ امریکہ اپنے حلیف ملکوں کو دوسرے ممالک سے بارہ گنی امداد زیادہ دے رہا ہے

—— کراچی ۔ ۲۴ جنوری ۔ بحریہ کے چار افسر اپنے گھروں میں نظر بند کر دیئے گئے ان پر بحری جہاز دلاور میں چوری کرنے اور سرکاری روپیہ ہتھیانے کا الزام ہے کمانڈر عبرت کی درخواستِ ضمانت مسترد ہو گئی ۔

—— ملتان ۔ ۲۴ جنوری ۔ وحدت مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم سردار عبدالحمید دستی نے آج کہا کہ وحدت کی اسمبلی میں مسلم لیگ کی تنظیم مشکل ہے ۔ کیونکہ انتخابات کے لئے مسلم لیگ کی طرف سے ٹکٹ جاری نہیں ہوئے تھے ۔

—— ڈھاکہ ۔ ۲۵ جنوری ۔ امریکی سفیر متعینہ پاکستان مسٹر ہلڈرتھ نے اعلان کیا ہے کہ اب تک امریکہ پاکستان کو ایک ارب ۲۷ کروڑ کی اقتصادی امداد دے چکا ہے ۔

—— کراچی ۔ ۲۵ جنوری ۔ اخبارات کو ارکان دستوریہ کی قابل اعتراض تقریر پر تنقید کا پورا حق حاصل ہے ۔ یہ اعلان دستوریہ میں سردار امیر اعظم نے کیا ہے ۔ وزیر قانون نے کہا ہے کہ حکومت پریس کی آزادی کی علمبردار ہے ۔

—— لاہور ۔ ۲۶ جنوری ۔ لاہور سے ۲۴ ہزار بھارتی باشندے اپنے وطن کو واپس چلے گئے ۔ پانچ روز تک پاکستانی کرنسی کی غیر سرکاری قیمت میں گیارہ فیصدی اضافہ رہا ۔

کسٹم کے عملہ نے ۳۴ ہزار روپیہ کا سامان ناجائز برآمد ہوتے ہوئے پکڑ لیا ۔

—— ڈھاکہ ۔ ۲۶ جنوری ۔ گورنر جنرل اسکندر مرزا نے جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت غدارانہ اور تخریبی سرگرمیاں برداشت نہیں کرے گی ۔ انہوں نے کہا کہ آئین کی تیاری اور عام انتخابات میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے ۔

—— کراچی ۔ ۲۶ جنوری ۔ دستوریہ کی اپوزیشن پارٹی سے مرکزی وزراء نے اپیل کی ہے کہ آئین کے بل کو جلد منظور کرانے میں کولیشن پارٹی کو امداد دیں ۔

—— ملتان ۔ ۲۷ جنوری ۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان نے ملتان اور منٹگمری کے اضلاع سے ایک لاکھ پانچ ہزار من بوری گندم بھارت بھیجنے کا حکم دیا ہے ۔ یہ گندم بھارت میں غذائی قلت کے پیش نظر بھارتی حکومت کی درخواست پر روانہ کی جا رہی ہے ۔

ص ۴ وزیر اعظم سے ملاقات کی ۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ راجہ غضنفر علی نے مسئلہ کشمیر پر بحث کیلئے دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کے مابین جلد از جلد ملاقات کے سلسلہ میں گفت و شنید کی ۔

—— دمشق ۔ ۲۸ جنوری ۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل نے آج یہاں اعلان کیا کہ مسئلۂ فلسطین کا قابل قبول حل تلاش کیا جا سکتا ہے ۔

—— جاکرتہ ۔ ۲۸ جنوری ۔ انڈونیشیا کی با اثر مسلمان جماعت نہضۃ العلماء کے ایک ترجمان نے اعلان کیا کہ انڈونیشین عوام اشتراکیت کے اسلام دشمن نظریات کی بنا پر اس سے شدید نفرت کرتے ہیں ۔

—— نئی دہلی ۔ ۲۳ جنوری ۔ انڈین کانگرس نے حد بندی کمشن کا فیصلہ تبدیل کرنے سے انکار کر دیا ۔ مجلس عاملہ نے قرارداد کے ذریعہ کہا ہے کہ بمبئی کے تشدد اور ہنگاموں سے بھارت کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے ۔

—— دہلی ۔ وزرائے اعلیٰ بہار اور مغربی بنگال نے ایک مشترکہ بیان میں دونوں صوبوں (مغربی بنگال اور بہار) کی وحدت کا مطالبہ کیا ہے ۔ خبر آئی ہے کہ پنڈت نہرو اور کانگرس نے اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے ۔

—— کلکتہ ۔ ۲۵ جنوری ۔ حد بندی کمشن کی سفارشات کے خلاف صوبہ اڑیسہ کے طول و عرض میں فسادات پھیل گئے ہیں ۔ ایک مشتعل ہجوم نے مال گاڑی الٹ دی ۔ بمبئی میں یوم جمہوریہ کی تمام تقریبات منسوخ کر دی گئیں ۔

—— واشنگٹن ۔ صدر آئزن ہاور نے اعلان کیا ہے کہ غیر ملکوں کو زیادہ سے زیادہ امریکی امداد دینے کے لئے وہ امریکی کانگرس سے مطالبہ جاری رکھیں گے ۔

—— دہلی ۔ ۲۵ جنوری ۔ یہاں کے سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ بہار اور مغربی بنگال کے مجوزہ الحاق کے بعد بھارت کو پانچ صوبوں میں تقسیم کرنا آسان ہو جائیگا آج کل بھارت ۲۷ صوبوں پر مشتمل ہے ۔

—— نئی دہلی ۔ ۲۶ جنوری ۔ بھارت کے بعض حصوں میں عوام نے یوم جمہوریہ کی تقریبات میں حصہ نہیں لیا ۔ صدر راجندر پرشاد اور پنڈت نہرو کی جانب سے فسادات بمبئی کی شدید مذمت کی گئی ۔

—— لندن ۔ ۲۷ جنوری ۔ روسی وزیر اعظم مارشل بلگانن کی طرف سے امریکہ کو ایک غیر جارحانہ معاہدے کی پیشکش کی گئی ہے ۔

—— قاہرہ ۔ ۲۷ جنوری ۔ وزیر اعظم چین نے اسرائیل کے مقابلہ میں عرب ممالک کی جدوجہد کی حمایت کی ہے ۔

—— نئی دہلی ۔ ۲۷ جنوری ۔ پاکستانی ہائی کمشنر مقیم نئی دہلی نے آج صبح بھارتی

(باقی کالم نمبر ایک پر)